قرآن کریم اور 100 سو عقائد

قرآن مجید کی ۱۱۸ آیات اور معتبر تفاسیر سے سو عقائدِ اہلسنت کا ثبوت
صرف اور صرف قرآن مجید سے ثبوت اس کتاب کی خصوصیت ہے

تالیف :
مولانا محمد شہزاد قادری ترابی صاحب

قرآن کریم

اور

۱۰۰ سو عقائد

قرآن مجید کی ۱۱۸ آیات اور معتبر تفاسیر سے سو ۱۰۰ عقائد اہلسنت کا ثبوت

صرف اور صرف قرآن مجید سے ثبوت اس کتاب کی خصوصیت ہے

○

تالیف:

مولانا محمد شہزاد قادری ترابی صاحب

زاویہ پبلشرز

دربار مارکیٹ۔ لاہور

فون 042-7248657 موبائل 0300-9467047

Email : zaviapublishers@yahoo.com

2010ء

باراول..................................1000

ہدیہ..................................70

زیرِ اہتمام......نجابت علی تارڑ

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

رائے صلاح الدین کھرل ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-7842176

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

﴿ملنے کے پتے﴾

اسلامک بک کارپوریشن ، کمیٹی چوک ، راولپنڈی	051-5536111
احمد بک کارپوریشن ، کمیٹی چوک ، راولپنڈی	051-5558320
کتاب گھر ،کمیٹی چوک ، راولپنڈی	051-5552929
مکتبہ بابا فرید ، چوک چشتی قبر ، پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ قادریہ ، پرانی سبزی منڈی، کراچی	0213-4944672
مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد ، کراچی	0213-4219324
مکتبہ رضویہ ، آرام باغ، کراچی	0213-2216464
مکتبہ ضیائیہ ، کمیٹی چوک ،اقبال روڈ، راولپنڈی	051-5534669
مکتبہ سخی سلطان ، حیدر آباد	0321-3025510
مکتبہ قادریہ ، سرکلر روڈ، گوجرانوالہ	055-4237699
علامہ فضل حق پبلیکیشنز ، دربار مارکیٹ ، لاہور	0300-4798782
کتب خانہ حاجی مشتاق احمد بوہر گیٹ ملتان	061-4545486

انتساب

اُس عظیم الشان ہستی کے نام جس کے وسیلے سے سب کچھ ملا، رحمٰن ﷻ، ایمان، قرآن اور رمضان ملا میری مُراد سرکارِ اعظم، شہنشاہِ اعظم ﷺ کی ذات ہے جن کے قلبِ اطہر پر قرآنِ مجید نازل ہوا اور اس ہستی نے کونین کو قرآن سکھایا۔

طالبِ غمِ مصطفیٰ ﷺ

احقر الفقیر محمد شہزاد قادری ترابی

پیشِ لفظ

نحمدہٗ ونصلّی علی رسولہ الکریم

امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن مجید جس میں ہر چیز کا علم موجود ہے اللہ تعالیٰ نے اس پاک کلام کو اپنے حبیب ﷺ کے قلبِ اطہر پر نازل فرمایا۔ یہ وہ کلام ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی کتاب نہیں کر سکی الحمدللہ یہ کتاب اب تک محفوظ ہے اس میں کسی قسم کا کوئی ردّ و بدل نہیں ہو سکا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے جب اس کلام میں کوئی تبدیلی نہ ہو سکی تو بعض نام نہاد مسلمانوں نے اس کے تراجم میں تبدیلیاں کرنا شروع کر دیں اسی کلام میں سے خاصانِ خدا کی شان میں نقطے ڈھونڈنا شروع کر دیئے بلکہ یہاں تک ظلم کیا گیا کہ عقائدِ اسلامی کو شرک سے تعبیر دیا گیا اور جو آیتیں بتوں سے متعلق نازل ہوئی ہیں اُن کو اہلسنّت پر چسپاں کرنا شروع کر دیا۔

ہم نے اوپر اس بات کا ذکر کیا کہ قرآن مجید کامل کتاب ہے اس کے ساتھ ساتھ اس میں ہر شئے خشک وتر کا ذکر اس کتاب میں موجود ہے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عقائدِ اہلسنّت کا ذکر اس کلامِ پاک میں نہ ہو الحمدللہ اس کلام پاک ہی سے ہم نے سو عقائد ثابت کئے ہیں یہ بالکل مختصر کر کے آسان الفاظ میں بیان کئے ہیں تا کہ ہر خاص و عام آدمی اس سے استفادہ حاصل کر سکے اور لوگوں کو عقائدِ حقّہ کا علم ہو۔

اس کتاب کو لکھنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بعض لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ کوئی ایسی کتاب بتایئے جس میں عقائدِ اہلسنّت صرف قرآن مجید سے بیان کئے گئے ہوں اس لئے کوشش کر کے آسان اور منتخب آیات بیان کیں ہیں تاکہ مختصر سے مختصر کر کے لوگوں کے ذہنوں میں عقائدِ حقہ راسخ کئے جائیں۔

میرا ایک مشورہ یہ بھی ہے کہ کوشش کر کے عوامِ اہلسنّت ان آیات کو یاد کرلیں تاکہ اگر کوئی سوال کرے تو اس کا جواب قرآن مجید سے دیا جائے یہ ہمارا تجربہ ہے کہ اگر کسی کے ایک دو سوالات کے جوابات قرآن مجید سے دے دیئے جائیں تو وہ پھر تیسرا سوال نہیں کرتا۔

ہر آیت کے ساتھ ترجمے کے بعد معتبر تفاسیر سے آسان تفسیر بیان کی ہے۔
آپ کوشش کر کے لوگوں تک اسے پہنچائیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ ہمارے عقائد قرآن مجید سے ثابت ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کتاب سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے لوگوں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کتاب کو ہر مسلمان کے لئے نافع بنائے۔

آمین، ثم آمین

فقط والسلام

الفقیر محمد شہزاد قادری ترابی

نورِ مصطفیٰ ﷺ اور قرآن مجید

قرآن مجید: قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۝

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور ایک روشن کتاب۔ (سورۃ المائدہ، پارہ ۶، آیت نمبر ۱۵)

مفسرِ اسلام صحابیِ رسول ﷺ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں نور سے مُراد حضور ﷺ ہیں اور كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ سے مُراد قرآن ہے۔ (تفسیر ابنِ عباس)

قرآن مجید: یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَیَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

ترجمہ: چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا پڑے بُرا مانیں کافر۔

(سورۃ التوبہ، پارہ ۱۰، آیت نمبر ۳۲)

مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں نور سے مُراد حضور ﷺ ہیں کفار چاہتے تھے کہ حضور ﷺ کو (معاذ اللہ) قتل کر دیا جائے۔ قرآن مجید کی اس آیت میں واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے قتل پر کسی کو قدرت نہیں دی۔

بدمذہبوں کی دلیل کا جواب: کچھ لوگ یہ آیت (ترجمہ: کہہ دو میں ظاہری صورت میں تمہاری طرح بشر ہوں) پڑھ کر حضور ﷺ کی بشریت کو اُچھالتے ہیں حالانکہ اہلسنّت وجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ نوری بشر ہیں۔ حضور ﷺ کی نورانیت اور بشریت

دونوں پر ایمان رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔

علمِ غیب رسول ﷺ کا قرآنِ مجید سے ثبوت

القرآن: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝

ترجمہ: یہ نبی غیب کی خبریں بتانے میں بخیل نہیں۔

(سورۂ تکویر، پارہ:۳۰، آیت:۲۴)

القرآن: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝

ترجمہ: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے کہ ان کے آگے پیچھے پہرا مقرر کردیتا ہے۔

(سورۂ جن، پارہ:۲۹، آیت نمبر ۲۶، ۲۷)

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے علمِ غیب پر آگاہی حاصل ہے۔

بدمذہبوں کی دلیل کا جواب: بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ کو علمِ غیب پر آگاہی ہے تو پھر سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار اُونٹ کے پاؤں کے نیچے تھا کسی کو معلوم نہ تھا۔ یہودی عورت کا حضور ﷺ کو گوشت میں زہر ڈالنا یہ سب حضور ﷺ کو معلوم کیوں نہ تھا؟

حضور ﷺ کے علم میں سب تھا مگر اس طرف توجہ نہ تھی اس سے بھی فائدہ حاصل ہوا دوسری بات عورت کے گوشت میں زہر ڈالنے سے حضور ﷺ کے زندہ

رہنے کی حکمت سے کئی یہودی مسلمان ہو گئے اب معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا توجہ نہ ہونا بھی مسلمانوں کے لئے فائدہ ہے۔

غیر اللہ کو لفظِ ”یا“ کے ساتھ پکارنا اللہ تعالیٰ کے کلام سے

یارسول اللہ ﷺ، یاعلی ؓ اور یاغوث اعظم ؓ کہنا جائز ہے۔

القرآن: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ ۝

ترجمہ: اے غیب بتانے والے (نبی ﷺ)

(سورۂ انفال، پارہ:۱۰، آیت نمبر ۱)

القرآن: يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝

ترجمہ: اے جُھرمٹ مارنے والے۔ (سورۂ مزمل، پارہ:۲۹، آیت نمبر ۱)

ان دونوں آیات میں حضور ﷺ کو ”یا“ کہہ کر مخاطب کیا گیا۔

القرآن: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ

ترجمہ: تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نااُمید نہ ہو۔

(سورۃ الزمر، پارہ:۲۴، آیت نمبر ۵۳ کا کچھ حصہ)

اس آیت میں قیامت تک پیدا ہونے والی اُمّت کو يٰعِبَادِيَ کہہ کر پکارا گیا تو اس کے جواب میں اُمّتی بھی اپنے آقا ﷺ اور نیک بندوں کو ”یا“ کہہ کر پکار سکتے ہیں ورنہ اگر یہ گناہ ہوتا تو پھر رب کریم جل جلالہٗ اپنے حبیب ﷺ کو اس طرح مومنوں

کو پکارنے کا حکم نہ دیتا معلوم ہوا کہ نہ وہ شرک تھا نہ یہ شرک ہے۔

غیر اللہ سے مدد مانگنا اور آیاتِ قرآنیہ

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اللہ تعالیٰ کی عطا سے مدد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ

کے نیک بندوں کو اللہ تعالیٰ کے ذات کا مظہر جان کر ان سے مدد طلب کرنا جائز ہے۔

القرآن: فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝

ترجمہ: بے شک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد کرتے ہیں۔

(سورۂ تحریم، پارہ: ۲۸، آیت نمبر ۴)

القرآن: اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

ترجمہ: تمہارے مددگار نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے۔

(سورۂ مائدہ، پارہ: ۶، آیت نمبر ۵۵ کا کچھ حصہ)

القرآن: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ

ترجمہ: اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو۔

(سورۂ بقرہ، پارہ نمبر ۲، آیت نمبر ۱۵۳ کا کچھ حصہ)

القرآن: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ

ترجمہ: اے ایمان والو دینِ خدا کے مددگار ہو جیسے عیسیٰ بن مریم نے

حواریوں سے کہا تھا کون ہے جو اللہ کی طرف ہو کر میری مدد کرے۔

(سورۃ الصف، پارہ: ۲۸، آیت نمبر ۱۴ کا کچھ حصہ)

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اللہ تعالیٰ کی عطا سے مدد فرماتے ہیں ان کو مدد کے لئے پکارنا قرآن سے ثابت ہے قرآن مجید نے انہیں مومنوں کا مددگار فرمایا ہے۔

بدمذہبوں کی دلیل کا جواب: یہ آیت (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں) سے کیا مراد ہے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر ''فتح العزیز'' میں اس آیت کا جواب یوں دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہر جان کر مدد مانگنا در حقیقت اللہ ہی سے مدد مانگنا ہے اس آیت کا مطلب یہ بھی ہے کہ اے اللہ ہم تیری عبادت کے لئے تجھ سے مدد چاہتے ہیں۔

امام بخاری کی کتاب ''الادب المفرد'' میں بھی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بعد از وصال حضور ﷺ سے مدد طلب کی۔ ملاحظہ کیجئے "الادب المفرد" باب (۴۳۸) ما یقول الرجل اذا خدرت رجلہ۔

بدمذہبوں کی دلیل کا جواب:

القرآن: (ترجمہ) اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں مردے ہیں زندہ نہیں اور انہیں خبر نہیں لوگ کب اُٹھائے جائیں گے۔ (سورۂ نحل، آیت نمبر ۲۱)

القرآن: (ترجمہ) بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے

ہیں تو انہیں پکارو پھر وہ تمہیں جواب دیں گے اگر تم سچے ہو کیا
ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے
گرفت کریں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھیں یا ان کے
کان ہیں جن سے وہ سنیں۔ (سورۂ اعراف، پارہ ۹، آیت نمبر ۱۹۴،۱۹۵)

اس آیت کی تفسیر میں مفسّرین فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں بتوں کے بارے میں نازل ہوئیں بت عاجز ہیں ایسے کو پوجنا اور معبود بنانا بڑی گمراہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے مملوک ومخلوق کسی طرح پوجنے کے قابل نہیں اس پر بھی اگر تم انہیں معبود کہتے ہو؟ یہ بت کچھ بھی نہیں تو پھر اپنے سے کم تر کو پوج کر کیوں ذلیل ہوتے ہو۔

شانِ نزول: سرکارِ اعظم ﷺ نے جب بت پرستی کی مذمت کی اور بتوں کی عاجزی اور بے اختیاری کا بیان فرمایا تو مشرکین نے دھمکایا اور کہا کہ بتوں کو برا کہنے والے تباہ ہو جاتے ہیں برباد ہو جاتے ہیں یہ بت انہیں برباد کر دیتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر بتوں میں کچھ قدرت سمجھتے ہو تو انہیں پکارو اور میری نقصان رسانی میں ان سے مدد لو اور تم بھی جو مکر وفریب کر سکتے ہو وہ میرے مقابلہ میں کرو اور اس میں دیر نہ کرو مجھے تمہارے معبودوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں اور تم سب میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

القرآن: (ترجمہ) اور بہت بڑا داؤں کھیلے اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو
اور ہرگز چھوڑنا ودّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو۔
(سورۂ جن، آیت نمبر ۲۳)

اس آیت کی تفسیر میں مفسّرین فرماتے ہیں کہ یہ ان بتوں کے نام ہیں جنہیں وہ پوجتے تھے بت تو ان کے بہت تھے مگر یہ پانچ ان کے نزدیک بڑی عظمت والے تھے ''ودّ'' تو مرد کی صورت پر تھا اور سواع عورت کی صورت پر اور یغوث شیر کی شکل اور یعوق گھوڑے کی اور نسر کرگس کی یہ بت قومِ نوح سے منتقل ہو کر عرب میں پہنچے اور مشرکین کے قبائل سے ایک ایک نے ایک ایک کو اپنے لئے خاص کر لیا یہ بت بہت سے لوگوں کے لئے گمراہی کا سبب بنے۔ (تفسیر خزائن العرفان)

وہ آیات جو بتوں پر نازل ہوئی ہیں بدمذہب مسلکِ اہلسنّت وجماعت پر چسپاں کرتے ہیں حالانکہ ہم اولیاء اللہ کی عبادت نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا مظہر جان کر ان سے محبت وعقیدت رکھ کر ان سے مدد طلب کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے مدد فرماتے ہیں۔

مُردہ، اندھا اور بہرہ اس قسم کے الفاظ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اپنے ولیوں کے بارے میں نہیں فرما سکتا کیونکہ اپنے دوستوں کے لئے ایسے الفاظ نہیں کہے جاتے یہ الفاظ بتوں ہی کے لئے ہیں وہ پتھر ہیں اندھے، بہرے اور مُردہ ہیں۔

مزارات پر حاضری اور اسکی برکتیں قرآن مجید سے ثابت ہیں

القرآن: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا

ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے اردگرد ہم نے برکت رکھی

کہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں۔

(سورۂ بنی اسرائیل، پارہ:۱۵، آیت نمبر ۱ کا کچھ حصہ)

مفسّرین نے اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مسجدِ اقصیٰ کے اردگرد برکتوں سے مُراد مزاراتِ انبیاء علیہم السلام ہیں۔

اشرفعلی تھانوی صاحب نے اپنی تفسیر میں اَلَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ (الآیۃ) کے تحت مسجدِ اقصیٰ کے اردگرد برکتوں سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات بتایا ہے۔یعنی ان کے مزارات کا بابرکت ہونا قرآن سے ثابت ہے۔

حضور ﷺ ان کے مزارات پر بھی گئے یعنی اللہ تعالیٰ انہیں لے گیا اس سے معلوم ہوا کہ مزارات پر جانا اور ان کا بابرکت ہونا قرآن سے ثابت ہے اس کے علاوہ حضرت ابن ابی شیبہ ﷺ والی روایت جسے مقدمہ شامی جلد اول میں بیان کیا گیا ہے جس میں ہے کہ حضور ﷺ شہداء کے مزارات پر جایا کرتے تھے اسی مقدمہ شامی میں یہ بات بھی موجود ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے دُعا فرماتے تھے۔

معلوم ہوا کہ مزارات پر حاضری دینا اور اس کے برکات قرآن وسنّت سے ثابت ہیں۔

بدمذہبوں کے دلائل کے جواب:

القرآن: (ترجمہ) اور ان سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا ایسوں کو پوجے جو قیامت تک اس کی نہ سُنیں اور انہیں ان کی پوجا کی خبر تک نہیں

اور جب لوگوں کا حشر ہوگا وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان سے منکر ہو جائیں گے۔ (سورۂ احقاف، پارہ:۲۶، آیت نمبر ۶،۵)

بدمذہب اس آیت کو اہل اللہ کے چاہنے والوں پر چسپاں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اولیاء اللہ قیامت کے دن ماننے والوں کے دشمن بن جائیں گے۔

حالانکہ اس آیت میں بُت پرستوں کا ذکر ہے مفسّرین فرماتے ہیں کہ یہ بتوں کو کہا گیا ہے کیونکہ وہ جماد اور بے جان ہیں قیامت کے دن بُت اپنے پجاریوں سے کہیں گے جو اِن کی عبادت کرتے تھے بُت قیامت کے دن کہیں گے ہم نے ان کی عبادات کی دعوت نہیں دی درحقیقت یہ اپنی خواہشوں کے پرستار تھے۔

(تفسیر خزائن العرفان)

القرآن: (ترجمہ) ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے اور وہ جنہوں نے اس کے سوا اور والی بنا لئے کہتے ہیں ہم تو انہیں صرف اتنی بات کیلئے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے نزدیک کردیں اللہ ان پر فیصلہ کردیگا۔

(سورۃ الزمر، پارہ:۲۳، آیت نمبر ۳ کا کچھ حصہ)

اس آیت کے متعلق مفسّرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں معبود اور والی سے مُراد بت پرست ہیں۔

الحمدللہ ہم اہلسنّت وجماعت اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے جان کر صرف اور صرف اُن سے فیض حاصل کرنے کے لئے اُن کی محبت میں اُن کے مزارات پر حاضری دیتے ہیں اُن کے دربار میں حاضر ہو کر اُن کی پوجا نہیں

کرتے بلکہ اُن کو اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ جان کر جاتے ہیں یہ کہنا کہ ہم خدا جان کر اُن کے پاس جاتے ہیں یہ سراسر الزام ہے اور مسلمانوں کے فعل کو بُت پرستوں سے ملانا جاہلوں کا طریقہ ہے۔

مزارات پر گنبد اور عمارت بنانا قرآن مجید سے ثابت ہے

القرآن: اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَیْهِمْ بُنْیَانًا ط رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ط قَالَ الَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓی اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَیْهِمْ مَّسْجِدًا ۝

ترجمہ: جب وہ لوگ ان کے معاملہ میں باہم جھگڑنے لگے تو بولے ان کے غار پر کوئی عمارت بناؤ ان کا رب اُنہیں خوب جانتا ہے وہ بولے جو اس کام میں غالب رہے تھے قسم ہے کہ ہم تو ان پر مسجد بنائیں گے۔ (سورۂ کہف، پارہ ۱۵، آیت نمبر ۲۱ کا کچھ حصہ)

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ اصحاب کہف کا ہے حکم ہوا کہ ان کی وفات کے بعد ان کے گرد عمارت بنانے میں جس میں مسلمان نماز پڑھیں اور ان کے قریب سے برکت حاصل کریں (مدارک)۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجد بنانا اہلِ ایمان کا قدیم ترین طریقہ ہے قرآنِ مجید میں اس کا ذکر فرمانا اور اسکو منع نہ کرنا اس فعل کے درست ہونے کی قوی دلیل ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے قرب میں برکت حاصل ہوتی ہے اسی لئے اہل اللہ کے مزارات پر لوگ حصول برکت کے لئے

جایا کرتے ہیں اور اسی لئے قبروں کی زیارت سنت اور موجب ثواب ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے اس آیت میں بُنْیَانًا کی تفسیر میں فرمایا کہ دیوارے کہ از چشم مردم پوشیدہ شوند یعنی لا یعلم أحد تربتهم و تكون محفوظة من تطرق الناس كما حفظت تربت رسول الله ﷺ بالحظيرة یعنی انہوں نے کہا کہ اصحاب کہف پر ایسی دیوار بناؤ جو ان کی قبر کو گھیرے اور ان کے مزارات لوگوں کے جانے سے محفوظ ہو جائیں جیسے کہ حضور ﷺ کی قبر شریف چار دیواری سے گھیر دی گئی ہے مگر یہ بات نا منظور ہوئی تب مسجد بنائی گئی۔

روح البیان جلد تیسری پارہ 1 زیر آیت: اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ میں ہے کہ علماء اور اولیاء صالحین کی قبروں پر عمارات بنانا جائز ہے جبکہ اس سے مقصود لوگوں کی نگاہوں میں عظمت پیدا کرنا ہوتا کہ لوگ اس قبر والے کو حقیر نہ جانیں۔

نجدی حدیث لاتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ تصویر کو مٹا دو اور اونچی قبر کو برابر کر دو؟

جن قبروں کو گرا دینے کا حکم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا گیا وہ کفار کی قبریں تھیں مسلمانوں کی قبریں نہ تھیں کیونکہ ہر صحابی رضی اللہ عنہ کے دفن میں حضور ﷺ شرکت فرماتے تھے نیز صحابہ کرام علیہم الرضوان کوئی کام حضور ﷺ کے مشورے کے بغیر نہ کرتے تھے لہٰذا اُس وقت جس قدر مسلمانوں کی قبریں بنیں وہ یا تو حضور ﷺ کی موجودگی میں یا آپ ﷺ کی اجازت سے، تو وہ کون سے مسلمان کی قبریں تھیں جو کہ ناجائز بن گئیں اور ان کو مٹانا پڑا ہاں عیسائیوں کی قبریں اونچی ہوتی تھیں۔

بخاری شریف جلد اوّل صفحہ نمبر ۶۱ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کے بیان میں ہے کہ حضور ﷺ نے مشرکین کی قبروں کا حکم دیا ہے پس اُکھیڑ دی گئیں۔ (یعنی مشرکین کی قبریں گرا دینے کا حکم دیا پس وہ گرا دی گئیں)۔

وسیلہ پکڑنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے

القرآن: وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ ﴿﴾

ترجمہ: اور اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ (سورۂ مائدہ، پارہ: ۶، آیت نمبر ۳۵)

اس آیت میں وسیلہ ڈھونڈنے کا حکم دیا گیا ہے اس آیت میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ صرف زندہ آدمی کا وسیلہ پکڑو یا صرف انبیاء کرام علیہم السلام ہی کا وسیلہ پکڑنے کا حکم دیا گیا نہیں بلکہ ہر نیک ہستی کا وسیلہ پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے ورنہ اگر صرف حضور ﷺ کا وسیلہ مانگنا جائز ہوتا تو اس آیت میں اس کی قید ہوتی لیکن صرف وسیلہ تلاش کرنے کا حکم ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ ہر نیک ہستی کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے۔ وسیلے کا انکار قرآن مجید کا انکار کرنا ہے۔

القرآن: وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اٰیَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَكِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓىٕكَةُ ؕ

ترجمہ: بنی اسرائیل سے ان کے نبی نے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک طالوت آئیگا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی

چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اُٹھائے ہوں گی اس کو فرشتے۔ (سورۂ بقرہ، پارہ: ۲، آیت نمبر ۲۴۸)

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر خازن، تفسیر روح البیان، تفسیر مدارک اور جلالین شریف وغیرہ میں لکھا ہے کہ تابوت ایک شمشاد کی لکڑی کا صندوق تھا جس میں انبیاء کی تصاویر (یہ تصاویر کسی انسان نے نہ بنائی تھیں) انکے مکانات شریفہ کے نقشے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء اور ان کے کپڑے اور آپ علیہ السلام کے نعلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عصاء اور انکا عمامہ شریف وغیرہ تھا۔ بنی اسرائیل جب دشمن سے جنگ کرتے تو برکت کیلئے اس کو سامنے رکھتے تھے جب خدا تعالیٰ سے دُعا کرتے تو برکت کیلئے اسکو سامنے رکھ کر دُعا کرتے تھے۔

ترمذی، ابن ماجہ، نسائی اور بیہقی شریف کی احادیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے وسیلے سے دُعا مانگنے کا حکم فرمایا۔

اللہ تعالیٰ وسیلے کا محتاج نہیں بلکہ ہم گناہگاروں کو وسیلے کی ضرورت ہے اب ثابت ہو گیا کہ وسیلہ بالکل جائز ہے اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ (ڈائریکٹ) مانگنے میں بھی کسی کو اختلاف نہیں۔ ہم اہلسنّت وجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ کسی کے وسیلے سے مانگنے سے اللہ تعالیٰ جلدی سُنتا اور دُعا رد بھی نہیں فرماتا ہے اس کے ساتھ ساتھ وسیلے سے مانگنے والوں پر بدعتوں کا فتویٰ لگانا قرآن کا انکار ہے۔

بدمذہبوں کی دلیل کا جواب: بدمذہب کہتے ہیں کہ اعمال کا وسیلہ مانگنا چاہئے اس آیت سے مُراد اعمال کا وسیلہ ہے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام کا نہیں ہے؟

کوئی بھی مسلمان اس بات کی سند نہیں دے سکتا کہ ہمارے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہیں مگر اس بات پر تمام مسلمانوں کا ایمان ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہیں اب آپ خود فیصلہ کر لیجئے کہ اعمال کا وسیلہ مضبوط ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام کا۔

عبدالمصطفیٰ، عبدالرسول اور عبدالعلی وغیرہا نام رکھنے کا ثبوت قرآن مجید سے

عبدالمصطفیٰ، عبدالرسول اور عبدالعلی وغیرہا نام رکھنے پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں حالانکہ یہ نام رکھنا جائز ہے۔

القرآن: وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ

ترجمہ: اور نکاح کرا اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔ (سورۂ نور، آیت نمبر ۳۲)

القرآن: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

ترجمہ: اے محبوب (ﷺ) فرمادو کہ میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

(سورۃ الزمر، پارہ: ۲۴، آیت نمبر ۵۳ کا کچھ حصہ)

اس یٰعِبَادِیَ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! دوسرے یہ کہ سرکارِ اعظم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ فرمادیں اے

میرے بندو! اس دُوسری صورت عباد رسول ہیں یعنی ''عبد'' سے مراد سرکارِ اعظم ﷺ کا غلام اور اُمتی۔ اسی صورت کو بزرگانِ دین نے بھی اختیار کیا۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ (معاذ اللہ) عبد سے مُراد صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ یا پالنے والے کا بندہ ہے یہ غلط بات ہے قرآن مجید نے اس عقیدے کو رَدّ کر دیا اور سمجھایا کہ ''عبد'' سے مُراد غلام اور نوکر کے بھی ہوتے ہیں مثلاً ہمارا سیٹھ کسی دوسرے سیٹھ کو فون کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرا بندہ تمہارے پاس آرہا ہے تو کیا (معاذ اللہ) سیٹھ نے شرک کیا؟ نہیں بلکہ ہمارا نوکر ہمارا آدمی تمہارے پاس آئیگا۔

کتاب ''ازالۃ الخلفاء'' میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بحوالہ ''الریاض النضرہ'' وغیرہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برسرِ منبر خطبہ میں فرمایا:

''میں سرکارِ اعظم ﷺ کے ساتھ تھا، پس میں آپ ﷺ کا بندہ اور خادم تھا''۔

عبدالمصطفیٰ، عبدالرسول نام رکھنے سے مراد سرکارِ اعظم ﷺ کا غلام ہے۔ یہ بالکل صحیح طریقہ ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا بھی طریقہ رہا ہے۔

معراج النبی ﷺ کی حقیقت قرآن مجید سے

سرکارِ اعظم ﷺ نے روح اور جسم کے ساتھ سفرِ معراج فرمایا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ گئے وہاں سے ساتوں آسمان پھر عرشِ مُعلّٰی، لامکاں جہاں اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔

القرآن: سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ کی طرف۔

(سورۂ بنی اسرائیل، پارہ:۱۵، آیت نمبر ۱ کا کچھ حصہ)

اس آیت میں لفظ آیا ہے "بِعَبْدِہٖ" اس سے مُراد بندہ ہے کیونکہ بندہ روح اور جسم کے ایک ساتھ ہونے سے بنتا ہے ورنہ اگر صرف روح ہوتی تو آیت میں "بِرُوْحِہٖ" آتا۔

مگر اس آیت مقدسہ میں "بِعَبْدِہٖ" کا لفظ آنا یہ ثابت کرتا ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے معراج کا سفر روح اور جسم کے ساتھ فرمایا۔

معراج کی رات دیدارِ الٰہی وقربِ الٰہی

القرآن: ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۙ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۚ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ؕ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۞ اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی ۞ وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی ۞

ترجمہ: پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا تو تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا۔ (سورۂ نجم، پارہ:۲۷، آیت نمبر ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳)

مفسّرین ان آیتوں کی تفسیر میں فرماتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ حضرت

جبریل علیہ السلام کا سیدِ عالم ﷺ سے قریب ہونا مُراد ہے کہ وہ اپنی صورت اصلی دکھا دینے کے بعد سرکارِ اعظم ﷺ کے قُرب میں حاضر ہوئے دوسرے یہ معنی ہیں کہ سرکارِ اعظم ﷺ حضرت حق کے قُرب سے مشرّف ہوئے تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اپنے قُرب کی نعمت سے نوازا اور یہی صحیح تر ہے۔

مفسّرین کے تین قول، پہلا یہ کہ نزدیک ہونے سے سرکارِ اعظم ﷺ کا عروج و وصول مُراد ہے اور اُتر آنے سے نزول و رجوع، تو حاصل معنی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے قُرب سے باریاب ہوئے پھر وصال کی نعمتوں سے فیضیاب ہو کر خلق کی طرف متوجہ ہوئے۔ دوسرا قول ہے کہ حضرت رب العزت اپنے لطف و رحمت کے ساتھ اپنے حبیب ﷺ سے قریب ہوا اور اس قُرب میں زیادتی، تیسرا قول یہ ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے مقرب درگاہِ ربوبیت ہو کر سجدۂ طاعت ادا کیا۔ (تفسیر روح البیان)

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ قریب ہوا اللہ ربّ العزت (تفسیر خازن)

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے سے وحی فرمائی جو وحی فرمائی یہ وحی بے واسطہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے درمیان اسرار ہیں جن کو ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ (تفسیر روح البیان) جو سرکارِ اعظم ﷺ کی چشمِ مبارک نے دیکھا دل نے اسکی تصدیق کی معنی یہ کہ آنکھ سے دیکھا دل سے پہچانا اکثر مفسّرین کا یہی قول ہے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔

ترمذی شریف کی حدیث میں ہے حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دوبار کلام فرمایا اور سرکارِ اعظم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا۔

مسلم شریف کی حدیث مرفوع سے بھی یہی ثابت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو بحرالامت ہیں وہ بھی اس عقیدے پر ہیں مسلم شریف کی حدیث ہے کہ "رَأَیْتُ رَبِّیْ بِعَیْنِیْ وَقَلْبِیْ" میں نے اپنے رب جل جلالہ کو اپنی آنکھ اور اپنے دل سے دیکھا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ قسم کھاتے تھے کہ شب معراج سرکارِ اعظم ﷺ نے اپنے رب جل جلالہ کو دیکھا۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قائل ہوں سرکارِ اعظم ﷺ نے اپنے رب جل جلالہ کو دیکھا، اور اسکو دیکھا اور اسکو دیکھا۔ امام مالک یہ فرماتے ہی رہے یہاں تک کہ سانس ختم ہوگیا۔

قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر سے یہ ثابت ہوگیا کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔

عصمتِ انبیاء علیہم السلام قرآن کی روشنی میں

اسلامی عقائد میں یہ بات موجود ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتے معصوم ہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اولیاء کرام معصوم نہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے گناہوں سے بچالیتا ہے انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتوں سے گناہ کا ہونا تو درکنار ایسا سوچنا بھی محال ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو گناہگار ٹھہرانا بھی گمراہیت

ہے۔

القرآن: اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ط

ترجمہ: اے ابلیس میرے خاص بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں۔

(سورۂ بنی اسرائیل، پارہ: ۱۵، آیت نمبر ۶۵ کا کچھ حصہ)

القرآن: وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ

ترجمہ: کہ اے مولیٰ (جل جلالہ) ان سب کو گمراہ کرونگا، سوا تیرے خاص بندوں کے۔

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر شیطان کی پہنچ نہیں اور انہیں نہ گمراہ کرسکے اور نہ بے راہ چلا سکے پھر اُن سے گناہ کیوں کر سرزد ہوں تعجب ہے کہ شیطان تو انبیاء کرام کو معصوم مان کر اُن کے بہکانے سے اپنی معذوری ظاہر کرے مگر اس زمانے کے نام نہاد مسلمان انبیاء کرام علیہم السلام کو مجرم کہتے ہیں یقیناً یہ مردود شیطان سے بھی بدتر ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا:

القرآن: مَا كَانَ لَنَا اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ

ترجمہ: ہم گروہ انبیاء کے لئے لائق نہیں کہ خدا کے ساتھ شرک کریں۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا:

القرآن: وَمَا اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰی مَا اَنْهٰكُمْ عَنْهُ ط

ترجمہ: میں اس کا ارادہ بھی نہیں کرتا کہ جس چیز سے تمہیں منع کروں خود

کرنے لگوں۔ (سورۂ ھود، پارہ:۱۲، آیت نمبر ۸۸)

معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام شرک اور گناہ کرنے کا کبھی ارادہ نہیں فرماتے یہی عصمت کی حقیقت ہے۔

آج لوگ بکواس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) جب حضرت آدم علیہ السلام سے گناہ ہوسکتا ہے تو ہم کیسے بچ سکتے ہیں اور (معاذ اللہ) اُنہیں جنت سے نکال دیا گیا۔

یہ راز وہ سمجھے جو لذتِ عشق سے واقف ہو اللہ تعالیٰ نے شیطان سے کہا تھا: اُخْرُجْ مِنْهَا اور یہاں فرمایا گیا اِهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعاً جس میں بتایا کہ تم کچھ عرصہ کے لئے زمین میں بھیجے جارہے ہو۔ پھر اپنی کروڑہا اولاد کے ساتھ واپس یہیں آؤ گے یعنی دو جارہے ہو اور کروڑوں کو ساتھ لاؤ گے۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہم کو جنت سے نہ نکالا۔ بلکہ ہم نے انہیں وہاں سے علیحدہ کیا کیوں کہ ان کی پشت شریف میں کفار وفساق سب ہی کی روحیں تھیں جو کہ جنت کے قابل نہ تھے حکم ہوا کہ اے آدم علیہ السلام نیچے جاکر ان خبیثوں کو چھوڑ آؤ پھر آپکی جگہ یہ ہی ہے یعنی جنت ہی ہے۔ (مرقات، باب الایمان بالقدر/روح البیان، آیت فازلہما الشیطن)

حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا ہی زمین کے لئے تھا اُنہیں زمین کے لئے خلیفہ بنایا گیا تھا گندم کا کھانا آپ علیہ السلام کی بھول تھی گناہ نہ تھا اس کو گناہ نہیں کہنا چاہئے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کو انعام دیا گیا کہ ان کی اولاد میں انبیاء واولیاء خصوصاً سرکارِ اعظم ﷺ پیدا ہوئے۔

سرکارِ اعظم ﷺ لکھنا جانتے تھے مگر کسی سے بھی نہ پڑھے

بعض لوگ سرکارِ اعظم ﷺ کے اُمّی لقب کا معنی اَن پڑھ لیتے ہیں اس طرح کے الفاظ شانِ رسالت ﷺ میں بے ادبی ہے سرکارِ اعظم ﷺ تو ساری دنیا کو علم سکھانے اور پڑھانے کے لئے تشریف لائے ہیں

القرآن: اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝

ترجمہ: رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا ما کان وما یکون کا بیان اُنہیں سکھایا۔

(سورۂ رحمٰن، پارہ:۲۷، آیت نمبر ۱، ۲، ۳، ۴)

القرآن: وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۝

ترجمہ: اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔ (سورۃ النساء، پارہ:۵، آیت نمبر ۱۱۳)

یہ دونوں آیتیں ثابت کرتی ہیں کہ سرکارِ اعظم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے وہ تمام علوم سکھا دیئے۔ قرآن میں تمام علوم موجود ہیں اب وہ کونسا علم ہوسکتا ہے جو سرکارِ اعظم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نہ سکھایا ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مسلم شریف والی حدیث میں ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ نے ایامِ علالت میں قلم اور دوات منگوایا اور فرمایا کہ میں کچھ لکھوں۔

سرکارِ اعظم ﷺ نے سینکڑوں خطوط بادشاہوں کو لکھے اور اپنی دستخط بھی فرمائی

معلوم ہوا کہ لکھنا جانتے تھے اور لفظِ اُمّی سے مراد نا پڑھا ہے یعنی سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے بھی نہ پڑھا۔

جس مولا ﷺ کے فرمان پڑھ کر کوئی مفتی، کوئی عالم، کوئی محدث، کوئی دانشور بن جائے تو اس مولا ﷺ کے علم مبارک کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔

بزرگانِ دین کے تبرکات کے برکات قرآن مجید سے

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے جس چیز کو نسبت ہوجائے وہ اعلیٰ و بابرکت ہوجاتی ہے ان کا ادب کرنا ضروری ہے ان سے برکتیں حاصل ہوتی ہیں قرآن مجید سے ثابت ہے۔

القرآن: وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ

ترجمہ: بنی اسرائیل سے ان کے نبی نے فرمایا کہ طالوت کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک تابوت آئیگا۔ جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اُٹھائے ہوں گے اس کو فرشتے۔ (سورۂ بقرہ، پارہ: ۲، آیت نمبر ۲۴۸)

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر خازن، تفسیر روح البیان، تفسیر مدارک اور جلالین وغیرہا میں لکھا ہے کہ تابوت ایک شمشاد کی لکڑی کا صندوق تھا جس میں انبیاء

کرام علیہم السلام کی تصاویر (یہ تصاویر کسی انسان نے نہیں بنائی تھیں بلکہ قدرتی تھیں) ان کے مکانات شریفہ کے نقشے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء اور ان کے کپڑے اور آپ کی نعلین شریف اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عصاء اور ان کا عمامہ وغیرہا تھا۔ بنی اسرائیل جب دشمن سے جنگ کرتے تو برکت کے لئے اس کو سامنے رکھتے تھے۔ جب خداوند تعالیٰ سے دُعا کرتے تو اس کے سامنے رکھ کر دُعا کرتے تھے۔

پس ثابت ہوا کہ بزرگانِ دین کے تبرکات سے فیض اور برکات لینا ان کی تعظیم کرنا، جائز ہے۔

القرآن: ارکعن بر حلك هذا مغتسل بارد و شراب

حضرت اَیُّوب علیہ السلام کے پاؤں سے جو پانی پیدا ہوا وہ شفا بنا۔

سورۂ یوسف میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا کُرتا جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی آنکھوں سے لگایا تو ان کی ظاہری آنکھیں روشن ہوگئیں۔ قرآن مجید میں ہے اے محبوب (ﷺ) مقامِ ابراہیم کو مصلّٰی بنالو۔

کیونکہ اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت ہوگئی تھی۔

اس کے علاوہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سرکارِ اعظم ﷺ کے جبہ مبارک تہبند شریف، وضو کے پانی اور لعاب دہن کو برکت کا باعث جان کر ان کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نیک بندوں سے نسبت ہوجائے وہ بابرکت ہوجاتی ہے۔

ایامِ بزرگانِ دین اللہ تعالیٰ کے دن ہیں بقولِ قرآن

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی یاد منانے میں دن، تاریخ مقرر کرنا اور ان کے دن کو منانا جائز ہے، اس کو شرک کہنا انتہائی درجے کی جہالت و بے دینی ہے۔

القرآن: وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ ؕ

ترجمہ: اور اُنہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔

(سورۂ ابراہیم، پارہ:۱۳، آیت نمبر۵ کا کچھ حصہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ دن یاد دلاؤ جن میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر نعمتیں اُتاریں۔ جیسے غرقِ فرعون، من و سلویٰ کا نزول، وغیرہا۔ معلوم ہوا کہ جن دنوں میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نعمت دے ان کی یادگار منانے کا حکم ہے۔

جمعہ کا دن اس لئے افضل ہے کہ اس دن گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام پر انعام ہوئے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش، اُن کے لئے سجدہ کروانا، حضرت آدم علیہ السلام کا دنیا میں تشریف لانا، حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پار لگنا، حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا لہٰذا جمعہ عام دنوں کا سردار ہوگیا۔

ایک سوال ہمارا اُن لوگوں سے اگر دن مقرر کرنا شرک ہے تو مدرسہ دیوبند کی تاریخ امتحان مقرر، مدرسہ دیوبند و اہلحدیث میں چھٹیاں مقرر، دستار بندی کرنے کے لئے دن مقرر، دورۂ حدیث مقرر، دیوبندی اور اہلحدیث مولویوں کی تنخواہوں کے دن مقرر، تبلیغی جماعت اور اہلحدیث کے اجتماع کے لئے دن اور گھنٹہ اور تاریخ

مقرر کرتے ہو تو تمہارا شرک کدھر جاتا ہے۔

نادانو! بزرگانِ دین کے ایام منانے کو شرک کہنے کے شوق میں اپنے گھر کو تو آگ نہ لگاؤ یہ تاریخیں محض عادت کے طور پر مقرر کی جاتی ہیں تاکہ لوگ مقررہ وقت، دن اور تاریخ میں فلاں جگہ جمع ہو جائیں اس کے علاوہ دن مقرر کرنے کا کوئی مطلب نہیں۔

قرآن مجید اور عید میلاد النبی ﷺ

عید میلاد النبی ﷺ کے دن خوشی منانا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر عید منانا قرآن مجید سے ثابت ہے۔

القرآن: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

ترجمہ: فرما دیجیے یہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے ان پر خوشی منائیں وہ ان کے دھن دولت سے بہتر ہے۔

(سورۂ یونس، پارہ:۱۱، آیت نمبر۵۸)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رحمت پر خوشی مناؤ تو اے مسلمانو! جو وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ یعنی سارے عالمین کے لئے رحمت ہیں اُن کی آمد کے دن جشنِ ولادت پر کیوں خوشی نہ منائی جائے۔

القرآن: (ترجمہ) (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی) ہم پر آسمان سے خوانِ نعمت اُتار وہ ہمارے لئے عید ہو جائے اگلوں اور

پچھلوں کی۔ (سورۃ المائدۃ، پارہ: ۶، آیت نمبر ۱۱۴)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خوانِ نعمت اُترنے والا دن عید ہو تو جس دن نعمتوں کے سردار ﷺ اس دنیائے فانی میں تشریف لائیں تو وہ دن عید کیسے نہ ہو۔

میلاد کے اصطلاحی معنی حضور ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کی خوشی میں آپ کے معجزات وکمالات بیان کرنا اور مجالس منعقد کرکے واقعۂ میلاد بیان کرنا۔

حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف میں صاحبِ مشکوٰۃ ﵀ نے ایک باب باندھا جس کا نام بابِ میلاد النبی ﷺ رکھا۔

عرب شریف میں آپ جائیں تو وہاں کے اسلامی کیلنڈر میں ماہِ ربیع الاول کے مہینے پر لکھا ہوا ہے "میلادی"۔ یہ اب بھی موجود ہے آپ دیکھ سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تذکرۂ میلاد بیان فرما کر میلاد منایا۔ سرکارِ اعظم ﷺ نے ہر پیر روزہ رکھ کر میلاد منایا، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ولادت کے واقعات بیان فرما کر میلاد منایا، اولیاءِ کرام میں امام شامی، امام محدّث ابنِ جوزی، حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی میلاد منایا اور اُن کی کتابوں میں بھی ثبوت موجود ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان قرآن مجید پڑھتے تھے مگر بغیر اعراب کا، قرآن مجید بالکل سادہ ہوتے تھے آجکل عمدہ سے عمدہ چھپائی ہوتی ہے، اُس وقت مسجدیں بالکل سادہ اور بغیر محراب کی ہوتی تھیں، مگر آج عالیشان اور محراب والی ہوتی ہیں، اُس وقت ہاتھوں کی انگلیوں پر ذکر اللہ ہوتا تھا، آجکل

خوبصورت تسبیحوں کو استعمال کیا جاتا ہے الغرض کہ اسی طرح میلاد میں بھی آہستہ آہستہ رنگ آمیزیاں کرکے اس کو عالیشان کرکے منایا گیا جب وہ سب کام بدعت نہیں ہیں تو پھر یہ کیسے بدعت ہوسکتا ہے۔

حضور ﷺ کے وصال کا غم اور سوگ نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں رہا مسئلہ سوگ کا تو سوگ اسلام میں تین دن کا ہوتا ہے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے منالیا میلاد منانا شرک کو بھی توڑتا ہے کیونکہ ہم ولادتِ رسول ﷺ مناتے ہیں اور خدا تعالیٰ پیدا ہونے سے پاک ہے اور جس کی ولادت منائی گئی وہ خدا نہیں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔

والدینِ رسول ﷺ کا مسلمان ہونا قرآن سے ثابت ہے

سرکارِ اعظم ﷺ کے والدین کریمین حضرت سیدنا عبداللہ ﵁ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اور اس کے علاوہ سرکارِ اعظم ﷺ جن جن پشتوں سے منتقل ہوکر حضرت عبداللہ ﵁ کی پیشانی میں چمکے وہ تمام مسلمان تھے اُن میں سے کوئی غیر مسلم نہ تھا۔

القرآن: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا

ترجمہ: (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا فرمائی) خدایا اسی اُمتِ مسلمہ میں آخری رسول بھیج۔

القرآن: وَتقلبك في السحدين

ترجمہ: ہم تمہارا نور پاک سجدہ کرنے والوں میں گردش کرتا دیکھ رہے ہیں۔

معلوم ہوا کہ سرکارِ اعظم ﷺ کا نور پاک سجدہ کرنے والے نیک لوگوں سے منتقل ہو کر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ مبارک اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی میں چمکا۔

اعلیٰحضرت فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ کی کتاب ''شمول الاسلام'' اور حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''ضیاء النبی ﷺ'' میں اُن علمائے اسلام کے نام لکھے ہیں جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین کے مومن وموحد ہونے پر کتابیں تحریر کیں۔

امام ابو حفص عمر بن احمد بن شاہین بغدادی، شیخ احمد سرہندی بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی خطیب علی البغدادی، حافظ الشان محدث امام ابوالقاسم علی بن حسن عساکر، امام اجل ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد لالہ بن احمد سہیلی، علامہ صالح الدین صفوی، علامہ شریف الدین مناوی، امام فخر الدین رازی، امام جلال الدین سیوطی، امام عبدالوہاب شعرانی، محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان تمام علمائے اُمّت کا ایمان رہا ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ کے والدین کریمین مومن مُوَحِّد اور جنّتی تھے لہٰذا والدینِ مصطفیٰ ﷺ پر کفر کا فتویٰ لگانے والے خود کافر ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا مسلمان ہونا قرآن سے ثابت ہے

آزر بُت پرست تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا والد نہ تھا۔

القرآن: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً

ترجمہ: اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ (یعنی چچا) آزر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو۔

(سورۃ انعام، پارہ ۷، آیت ۷۴ کا کچھ حصہ)

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں قاموس جو کہ عربی کی مشہور لغت کا نام ہے اس میں مذکور ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے مسالک الحنفا میں بھی ایسا ہی لکھا ہے کہ چچا کو باپ کہنا تمام ممالک میں معمول تھا بالخصوص عرب میں چچا کو (اَب یعنی باپ) بھی کہا جاتا تھا۔

القرآن: نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا

اس آیت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے والدین میں ذکر کیا گیا ہے حالانکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا میں سے تھے۔ آجکل بھی بعض قوموں میں چچا کو بڑے ابّا کہا جاتا ہے حالانکہ وہ والد نہیں چچا ہوتے ہیں۔

القرآن: رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ

ترجمہ: (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی) اے میرے (ﷻ) مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب ہوگا۔ (سورۃ ابراہیم، پارہ ۱۳، آیت نمبر ۴۱)

یہ بات سب جانتے ہیں کہ کافر کے لئے مغفرت کی دُعا نہیں کی جاتی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والدین کے لئے دُعا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ توحید پرست تھے یعنی مومن مؤحّد اور جنّتی تھے۔

مفسّرین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ بتایا ہے تمام مفسّرین کا اس بات پر اجماع ہے۔

ہر جگہ ہر وقت درود وسلام پڑھنا چاہئے قرآن کا حکم ہے

القرآن: اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۝

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

(سورۂ احزاب، پارہ: ۲۲، آیت نمبر ۵۶)

مفسّرین نے اس آیت کو دلیل بناتے ہوئے فرمایا کہ درود وسلام ہر وقت پڑھا جائے اس میں وقت کی قید نہیں ہے لہٰذا جب ہر وقت پڑھا جاسکتا ہے تو اذان سے قبل اور بعد میں بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ اگر آیتِ مبارکہ میں یہ لکھا ہوتا کہ اذان سے قبل اور بعد نہ پڑھو بقیہ تمام جگہ پڑھو تو ہم ہرگز نہ پڑھتے بلکہ آیت میں تو ہر وقت ہر جگہ درود پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حدیث شریف میں بھی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان سے پہلے قریش کے لئے دُعا فرماتے تھے اور ہم اذان سے پہلے سرکارِ اعظم ﷺ پر درود وسلام پڑھتے ہیں۔

اگر اذان سے پہلے کچھ پڑھنا بدعت ہوتا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان سے پہلے اہل قریش کے لئے دُعا نہ فرماتے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ ہر بامقصد کام جو بغیر ذکر و درود شریف کے شروع کیا جائے وہ بے برکت اور خیر سے منقطع ہے (بحوالہ: مطالع المسرات، فیضان سنت)

حضرت امام شامی علیہ الرحمہ فتاویٰ شامی میں درود وسلام پڑھنے کے مقامات تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اذان سے قبل اور اذان کے بعد اور اقامت سے قبل بھی درود شریف پڑھ سکتے ہیں۔

کوئی بھی آیت یا حدیث شریف ہمیں دکھا دی جائے کہ جس میں یہ لکھا ہو کہ اذان سے قبل اور بعد درود شریف پڑھنا منع ہے؟ ہرگز نہیں دکھا سکتے کیونکہ ایسی کوئی بات قرآن وحدیث میں موجود نہیں ہے۔

متبرک اور بڑی راتوں کی قدر قرآن مجید سے

جس رات اور دن کو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے نسبت ہو جائے وہ رات برکت والی اور دن مقدّس ہو جاتا ہے۔

القرآن: (ترجمہ) بے شک ہم نے اس کو شب قدر میں اُتارا اور تم نے کیا جانا کیا شب قدر، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر اس میں فرشتے اور جبریل اُترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے۔

(سورۂ قدر، پارہ: ۳۰، آیت نمبر ۱، ۲، ۳، ۴)

شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے کیونکہ اس میں قرآن اُترا۔ اب ہم

اندازہ لگائیں کہ جس رات صاحب قرآن ﷺ تشریف لائے وہ رات، کس قدر بلند رتبہ ہوگی۔ شب معراج کو اس لئے بابرکت کہا جاتا ہے کہ اس شب کو رسالت مآب ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔

اللہ تعالیٰ یہ راتیں ہمیں اس لئے عطا فرماتا ہے کہ میرے بندے توبہ کرکے نیک عمل کرنے کا عہد کریں اس لئے ان راتوں کو (بڑی راتوں) سے یاد کیا جاتا ہے کہ یہ راتیں مقدس ہیں۔

نذر و نیاز کی کیا حقیقت ہے؟

القرآن: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ

ترجمہ: تم پر حرام ہے مُردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جسکے ذبح میں غیر اللہ کا نام پکارا گیا۔ (سورۂ مائدہ، پارہ:۶، آیت نمبر ۶)

القرآن: إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ

ترجمہ: تم پر تو یہی حرام کیا ہے مُردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا۔

(سورۂ نحل، پارہ:۱۴، آیت نمبر ۱۱۵)

اہلسنت کے نزدیک معنی یہ ہیں کہ بوقتِ ذبح کسی جانور پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے جیسا کہ معتبر تفاسیر میں ہے بیضاوی، مدارک، ابن عباس، خازن وغیرہ ان تمام

کے آتے ہیں خلاصہ یہ کہ بوقتِ ذبح کسی غیر کا نام جانور پر پکارا جائے تو وہ حرام ہے ورنہ حرام نہیں بلکہ حلال ہے جیسا کہ آجکل اولیاء اللہ کی روح کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے یہ صحیح ہے۔

اب ہمارے موقف کی تائید میں معتبر تفاسیر کے حوالے ملاحظہ ہوں۔

۱۔ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے:

وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ای ذبح لغیر اسم الله عند الاصنام ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ کے نام کے بغیر بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

۲۔ تفسیر جلالین میں ہے:

ترجمہ: ذبح کرتے وقت جس پر غیر خدا کا نام لیں وہ بھی حرام ہے اور اہلال کے معنی پکارنے اور نام لینے کے ہیں جب کفار ذبح کرتے وقت اپنے بتوں کے نام لے کر ذبح کرتے تھے اور چھری پھراتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی کہ جس کے ذبح کرتے وقت بتوں کا نام لیا جائے وہ حرام ہے۔

ان تمام تفاسیر سے ثابت ہوا کہ بوقتِ ذبح جس جانور پر غیر اللہ کا نام ذکر کیا جائے اس کا کھانا حرام ہے، مُشرکین عرب بتوں کی قربانی کے جانور پر وقتِ ذبح غیر اللہ کا نام لیتے تھے اور جس جانور پر ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام نہ لیا جائے وہ حلال ہے اگرچہ عمر بھر اس کو غیر اللہ کے نام سے پکارا ہو مثلاً یہ کہا زید کی گائے، عبد الرحمٰن کا دُنبہ، عقیقے کا بکرا اگر بوقتِ ذبح بسم اللہ اللہ اکبر کہا گیا ہو وہ جانور حلال ہے۔

ہندوؤں کا بُت پر چڑھاوے چڑھانا: ہندوؤں نے بتوں کے الگ الگ نام رکھے

ہوئے ہیں وہ مندر، پر جا کر بتوں کا نام لیکر جانوروں اور دیگر چیزوں کی بلی چڑھاتے ہیں جو کہ حرام ہے۔

مسلمانوں کا نذر و نیاز کرنا: مسلمان اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق حقیقی مانتے ہیں اولیاء کرام کو مراتب اور القاب اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں نذر و نیاز اولیاء اللہ کے ایصال ثواب کے لئے جاتی ہے مسلمان جانور کو بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں پھر اس کا ثواب اولیاء اللہ کو ایصال کرتے ہیں۔

حدیث شریف: حضرت جابر ﷛ فرماتے ہیں کہ سرکار اعظم ﷺ نے عید الاضحیٰ پر ایک مینڈھا ذبح کر کے فرمایا یہ قربانی میری اور میری اُمت کے ان اشخاص کی طرف سے جنہوں نے قربانی نہیں کی۔ (بحوالہ ابوداؤد، کتاب الاضاحی)

جس طرح سرکار اعظم ﷺ جانور ذبح کر کے اُمت کو ثواب دیتے تھے ہم اسی طرح جانور ذبح کر کے اولیاء اللہ کو ثواب ایصال کرتے ہیں جو کہ جائز ہے۔

ولایت کی حقیقت قرآن مجید سے

القرآن: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۝

ترجمہ: سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں اُنہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ (سورہ یونس، پارہ: ۱۱، آیت نمبر ۶۲، ۶۳، ۶۴)

اس آیت میں تمام اولیاء اللہ جو قیامت تک آئیں گے اُن سب کی ولایت کا تذکرہ موجود ہے ولایت قرآن کی صریح آیت سے ثابت ہے لہٰذا اس کا انکار قرآن کا انکار ہے جو کفر ہے۔

اس آیت میں ولایت کے علاوہ اولیاء اللہ کو دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کے لئے خوشخبری بھی دی۔ تمام اولیاء اللہ مثلاً غوث اعظم، حضرت خواجہ اجمیری، حضرت داتا علی ہجویری وغیرہا جب اپنی ظاہری زندگی میں تھے جب بھی لوگ اُنہیں اللہ تعالیٰ کا ولی مانتے تھے اور اب وصال کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں دنیا اُنہیں ولی اللہ کہہ کر آج بھی یاد کرتی ہے۔

معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا ولی بناتا ہے تو لوگوں کے دلوں میں بھی ڈال دیتا ہے کہ ان سے محبت کرو۔

خاصانِ خدا کا اپنے رب تعالیٰ کی عطا سے مُردوں کو زندہ کرنا قرآن سے ثابت ہے

القرآن: اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

ترجمہ: یہ فرماتا ہوا کہ میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی

صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرندہ ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مُردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

(سورۃ آل عمران، پارہ:۳، آیت نمبر ۴۹)

اس آیت میں واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عطا سے شفا دیتے ہیں اور مُردوں کو زندہ بھی کرتے ہیں۔

القرآن

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ۞ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا نَسِیَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا ۞ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ُ لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۞ قَالَ اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَآ اِلَی الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ ؗ وَمَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ عَجَبًا ۞ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓی اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۞ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۞

ترجمہ: اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا میں باز نہ رہوں گا جب تک وہاں نہ پہنچوں جہاں وہ سمندر ملے ہیں یا قرنوں (مدتوں تک) چلا جاؤں گا پھر جب وہ دونوں ان دریاؤں کے

ملنے کی جگہ پہنچے اپنی مچھلی بھول گئے اور اس نے سمندر میں ایک راہ لی سُرنگ بناتی پھر جب وہاں سے گزر گئے موسیٰ نے کہا ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بیشک ہمیں اپنے سفر میں بڑی مشقت کا سامنا ہوا بولا بھلا دیکھئے تو جب ہم نے اس چٹان کے پاس جگہ لی تھی تو بے شک میں مچھلی بھول گیا اور مجھے شیطان ہی نے بُھلایا کہ میں اسکا مذکور کروں اور اس نے تو سمندر میں اپنی راہ لی۔ اچھنبا ہے موسیٰ نے کہا یہی تو ہم چاہتے تھے تو پیچھے پلٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔

(سورۃ الکہف، پارہ:۱۵، آیت نمبر ۶۰ تا ۶۵)

مفسرین اس آیت کی تفسیر میں مکمل واقعہ یوں بیان کرتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم جنکا نام یوشع بن نون ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت وصحبت میں رہتے تھے اور آپ سے علم اخذ کرتے تھے اور آپ کے بعد آپکے ولی عہد ہیں۔ بحر فارس و بحر روم جانب مشرق میں اور مجمع البحرین وہ مقام ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کا وعدہ کیا گیا تھا اس لئے آپ نے وہاں پہنچنے کا عزم کیا اور فرمایا کہ میں اپنی کوشش جاری رکھوں گا جب تک کہ وہاں نہ پہنچوں پھر یہ حضرات روٹی اور نمکین بھُنی مچھلی زنبیل میں توشہ کے طور پر لیکر روانہ ہوئے۔ ایک جگہ پتھر کی چٹان تھی اور چشمۂ حیات تھا وہاں دونوں حضرات نے آرام کیا اور مصروف خواب

ہو گئے بھُنی ہوئی مچھلی زنبیل میں زندہ ہو گئی جس کو پکا کر لائے تھے زندہ ہو کر دریا میں گر گئی۔ اس پر سے پانی کا بہاؤ رُک گیا اور محراب سی بن گئی۔ حضرت یوشع بن نون کو بیدار ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کا ذکر کرنا یاد نہ رہا اور چلتے رہے یہاں تک کہ دوسرے روز کھانے کا وقت آیا۔ یہ بات جب تک مجمع البحرین پہنچے تھے پیش نہ آئی تو منزلِ مقصود سے آگے پہنچ کر تکان اور بھوک معلوم ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی کہ مچھلی یاد کریں اور اس کی طلب میں منزلِ مقصود کی طرف واپس ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یہ فرمانے پر خادم نے معذرت کی مچھلی کا جانا ہی تو ہمارے حصولِ مقصود کی علامت ہے۔ جن کی طلب میں ہم چلے ہیں ان کی ملاقات وہیں ہوگی جو چادر اوڑھے آرام فرما تھے وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

دلیل: حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں یا ولی۔ اس واقعہ کو مفسرین بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس جگہ خضر جلوہ افروز تھے اسی جگہ اس مچھلی کو حیات مل گئی پھر جب اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ اپنی زبان سے یہ کہہ دے کہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو جا تو مُردہ انسان میں حیات کیسے نہ آجائے۔ الغرض کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اللہ تعالیٰ کی عطا سے مُردوں کو زندہ کر دیتے ہیں انہیں یہ طاقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے اور یہ قرآن سے ثابت ہے۔

سرکارِ اعظم ﷺ کا ادب رُکنِ ایمان ہے

القرآن: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ

اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے بُلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لئے بُلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تمہیں اس کی طرف اُٹھنا ہے۔

(سورۂ انفال، پارہ: ۹، آیت نمبر ۲۴)

القرآن: فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ

ترجمہ: تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اُترا۔

(سورۂ اعراف، پارہ: ۹، آیت نمبر ۱۵۷ کا کچھ حصہ)

مفسرین نے اس آیت سے ثابت کیا ہے کہ سرکارِ اعظم ﷺ کی تعظیم ایمان کا رکن ہے اور نور سے مُراد قرآن ہے۔ جس نبی ﷺ پر نازل ہونے والا قرآن نور ہے تو پھر نورِ مصطفیٰ ﷺ کا کیا عالم ہوگا۔

القرآن: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آوازیں اُونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے

(نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ (سورہ حجرات، پارہ:۲۶، آیت نمبر۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب بارگاہِ رسالت ﷺ میں کچھ عرض کرو تو نیچی آواز میں عرض کرو یہی دربارِ رسالت ﷺ کا ادب واحترام ہے کہیں اگر تمہاری آواز اونچی ہوگئی تو عمر بھر کے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی جس کے دربار کا یہ ادب ہو خود اُس ذاتِ پاک مصطفیٰ ﷺ کا ادب کتنا ہوگا۔

القرآن: اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ

ترجمہ: بے شک وہ تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود اُن کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا۔

(سورہ حجرات، پارہ:۲۶، آیت نمبر۴، ۵)

شانِ نزول: یہ آیت وفدِ بنی تمیم کے حق میں نازل ہوئی کہ سرکارِ اعظم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں دوپہر کے وقت پہنچے جبکہ آپ ﷺ آرام فرما رہے تھے ان لوگوں نے حجروں کے باہر سے سرکارِ اعظم ﷺ کو پکارنا شروع کیا سرکارِ اعظم ﷺ تشریف لائے اُن لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور سرکارِ اعظم ﷺ کی بارگارہ کا ادب

سکھایا اور فرمایا گیا کہ اس طرح بے ادبی سے پکارنے والے جاہل اور بے عقل ہیں اور یہ بھی فرمایا گیا کہ ادب سے بارگاہ میں کھڑے رہو اور صبر کرو کب تک جب تک ہمارا محبوب ﷺ خود حجرے سے باہر تشریف نہ لائے۔

معلوم ہوا کہ سرکارِ اعظم ﷺ کا ادب قرآن سے ثابت ہے اور اسکا منکر کافر ہے۔

گستاخِ رسول ﷺ کافر ہے

القرآن: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (سورہ بقرہ، پارہ:۱، آیت نمبر۱۰۴)

شانِ نزول: جب سرکارِ اعظم ﷺ اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو کچھ تعلیم و تلقین فرماتے تو وہ کبھی کبھی درمیان میں عرض کیا کرتے "راعنا یارسول اللہ" ﷺ یعنی اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارے حال کی رعایت فرمایئے، یعنی کلامِ اقدس کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجئے۔ یہود کی لغت میں یہ کلمہ سوءِ ادب کے معنی رکھتا تھا اُنہوں نے اس نیت سے کہنا شروع کیا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ یہود کی اصطلاح سے واقف تھے آپ نے ایک روز یہ کلمہ ان کی زبان سے سُن کر فرمایا اے دشمنانِ خدا تم پر اللہ کی لعنت اگر میں نے اب کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا اس کی گردن ماردونگا۔

یہود نے کہا ہم پر آپ غصہ کرتے ہیں مگر مسلمان بھی تو یہی کہتے ہیں اس پر آپ رنجیدہ ہو کر بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس میں ''راعنا'' کہنے کی ممانعت فرمادی گئی اس معنی کا دوسرا لفظ ''انظرنا'' کہنے کا حکم ہوا۔

مسئلہ: ''لِلْکٰفِرِیْنَ'' میں اشارہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں بے ادبی کفر ہے۔

القرآن: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ

ترجمہ: اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے تم فرماؤ کہ اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہونے کے بعد۔

(سورۂ توبہ، پارہ:۱۰، آیت نمبر ۶۴، ۶۵)

شانِ نزول: غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے منافقین کے تین افراد میں سے دو سرکارِ اعظم ﷺ کی نسبت تمسخراً کہتے تھے کہ ان کا خیال ہے کہ یہ روم پر غالب آجائیں گے کتنا بعید خیال ہے تو ایک شخص بولتا تو نہ تھا مگر ان باتوں کو سن کر ہنستا تھا حضور ﷺ نے ان کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم ایسا ایسا کہہ رہے تھے انہوں نے کہا ہم راستہ کاٹنے کے لئے دل لگی کی باتیں ہنسی مذاق کے طور پر کرتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور منافقین کا یہ بہانا قبول نہ کیا گیا۔

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کفر ہے چاہے وہ کسی بھی طرح ہو اس میں حیلے اور بہانے کی گنجائش نہیں ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی ہر بات پوری ہوتی ہے

القرآن: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ترجمہ: اے میرے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے انہیں خوب ستھرا فرمادے بے شک تو ہی غالب حکمت والا۔

(سورۂ بقرہ، پارہ:۱، آیت نمبر ۱۲۹)

مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے یہ دعا کی یہ دعا قبول ہوئی اور ان دونوں صاحبوں کی نسل میں سرکارِ اعظم ﷺ کے سوا کوئی نبی نہیں ہوا۔

القرآن: قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: فرمایا تم دونوں کی دعا قبول ہوئی تو ثابت قدم رہو اور نادانوں کی راہ نہ چلو۔

(سورۂ یونس، پارہ:۱۱، آیت نمبر ۸۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے خلاف دعا فرماتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے آپ دونوں انبیاء کرام علیہما السلام کی یہ دعا بارگاہِ الٰہی ﷻ میں

مقبول ہوئی اور فرعون غرق ہوا۔

القرآن: یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَیُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ ۝

ترجمہ: اے قید خانہ کے دونوں ساتھیو تم میں ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلائیگا رہا دوسرا تو سُولی دیا جائیگا تو پرندے اس کا سر کھائیں گے۔ حکم ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال کرتے تھے۔

(سورۂ یوسف، پارہ: ۱۲، آیت نمبر ۴۱)

مفسّرین فرماتے ہیں کہ جب حضرت یوسف ؑ سے دو افراد نے تعبیر پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ بادشاہ کا ساقی تو اپنے عہدے پر بحال ہو جائیگا اس طرح وہ شراب بادشاہ کو پلائیگا اور دوسرا سُولی پر چڑھے گا۔

حضرت ابن مسعود ؓ نے فرمایا کہ تعبیر سُن کر ان دونوں نے حضرت یوسف ؑ سے کہا کہ خواب تو ہم نے کچھ نہیں دیکھا ہم تو مذاق کر رہے تھے یہ سُن کر حضرت یوسف ؑ نے فرمایا کہ جو میں نے کہہ دیا وہ ہو کر رہے گا جو میرے منہ سے نکل گیا وہ ٹل نہیں سکتا۔

ان تینوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی کوئی دُعا خالی نہیں جاتی۔

حاضر وناظر رسول ﷺ

القرآن: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا ؕ

ترجمہ: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب اُمتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔ اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔

(سورۂ بقرہ، پارہ: ۲، آیت نمبر ۱۴۳ کا کچھ حصہ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہمارے درمیان گواہ اور نگہبان بن کر موجود ہیں ہمارے پاس وہ آنکھ نہیں کہ ہم اُنہیں دیکھ سکیں۔

القرآن: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۝

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب (ﷺ) تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ (سورۂ نساء، پارہ: ۵، آیت نمبر ۶۴ کا کچھ حصہ)

اس آیت سے آپ ﷺ کا وسیلہ اور آپ ﷺ کی سفارش ثابت ہوئی سفارش وہی کرسکتا ہے جو حیات ہو اور حاضر ہو۔

القرآن: اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۝

ترجمہ: بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا۔

(سورۂ فتح، پارہ:۲۶، آیت نمبر ۸)

القرآن: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ

ترجمہ: یہ نبی (ﷺ) مومنوں کی جان سے زیادہ قریب ہیں۔

(سورۂ احزاب، پارہ:۲۱، آیت نمبر ۶)

اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ انسانوں کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے اسی طرح حضور ﷺ مومنوں کی جان سے زیادہ قریب ہیں اب جو مومن ہوگا اس کے رسول ﷺ قریب ہوں گے اور جو مومن نہ ہوگا وہ چاہے انکار کرتا رہے اور قریب وہی ہوگا جو حیات اور حاضر وناظر ہوگا اور اس کا انکار قرآنِ مجید کا انکار ہے۔

ہم سرکارِ اعظم ﷺ کو ہرگز اس طرح حاضر وناظر نہیں مانتے کہ اِدھر بھی ہیں، اُدھر بھی ہیں، یہاں بھی ہیں، وہاں بھی ہیں بلکہ اپنی قبرِ انور میں حیات ہیں اور اپنے رب عزوجل کی عطا سے جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔ یہ اصل اسلامی اور ایمانی عقیدہ ہے۔

سرکارِ اعظم ﷺ پر نبوت ختم

القرآن: مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۠

ترجمہ: محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے (یعنی خاتم النبیین) اور اللہ

سب کچھ جانتا ہے۔ (سورۂ احزاب، پارہ:۲۲، آیت نمبر ۴۰)

القرآن: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ

ترجمہ: آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

(سورۂ مائدہ، پارہ:۶، آیت نمبر ۳ کا کچھ حصہ)

ان دونوں آیتوں میں ختمِ نبوت کا ذکر ہے پہلی آیت میں واضح لفظ خاتم النبیین استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی آخری نبی ہیں دوسری آیت میں دین کا مکمل ہونا بیان کیا گیا ہے اس میں یہ بات واضح نظر آتی ہے کہ جب دین اسلام پر مکمل ہوگیا تو اب کوئی نیا نبی نہیں آئیگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قُربِ قیامت میں آئیں گے نبی بن کر نہیں بلکہ اُمتی بن کر آئیں گے لہٰذا انکارِ ختمِ نبوت کفر ہے کیونکہ قرآنِ مجید سے حضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ثابت ہے۔

انبیاءِ کرام علیہم السلام پیدائشی نبی ہوتے ہیں بقولِ قرآن

القرآن: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَةٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے اُن کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری

کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ (سورۂ آل عمران، پارہ:۳، آیت نمبر ۸۱)

اس آیت کے تحت مفسّرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک آنے والے تھے تمام سے سرکارِ اعظم ﷺ کی نسبت عہد لیا۔ اسی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کو نبوت دنیا میں بھیجنے کے بعد نہیں دیتا بلکہ نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے نبوت کے ملنے اور اعلانِ نبوت میں بہت فرق ہے۔

القرآن: قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۙ

ترجمہ: بچہ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا۔ (سورۂ مریم، پارہ:۱۶، آیت نمبر ۳۰)

اس آیت کے تحت مفسّرین فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ کون ہیں تو آپ نے سب سے پہلے اپنے بندے ہونے کا اقرار کیا تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہ سمجھیں۔ کتاب سے انجیل مُراد ہے آپ نے نبوت اور کتاب ملنے کی خبر دی یہ خبر آپ نے پیدا ہوتے ہی دی۔ معلوم ہوا کہ نبی کو نبوت اللہ تعالیٰ نے ازل میں ہی عطا فرمادی تھی مگر کسی نے اعلان پیدا ہوتے ہی کیا، کسی نے اعلان چالیس سال کی عمر میں کیا یہ سب اللہ تعالیٰ کا حکم تھا لہٰذا نبوت ملنے میں اور اعلانِ نبوت میں بہت فرق ہے۔

اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت قرآن مجید سے

القرآن: قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ۞ قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَ اِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ۞ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۫

ترجمہ: سلیمان نے فرمایا اے درباریو! تم میں کون ہے کہ وہ اس کا تخت میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں تخت حضور میں حاضر کردونگا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں اور میں بے شک اس پر قوت اور امانتدار ہوں اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اُسے حضور میں حاضر کردونگا ایک پلک کے جھپکنے سے پہلے پھر جب سلیمان نے تخت کو اپنے پاس رکھا دیکھا کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

(سورۂ نمل، پارہ:۱۹، آیت نمبر ۳۸، ۳۹، ۴۰)

مفسّرین اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ ملکہ سبا بلقیس کا بہت وسیع و عریض تخت تھا حضرت سلیمان علیہ السلام اس وسیع و عریض تخت کو جس کا طول اسّی گز عرض چالیس سونے چاندی کا جواہرات کیساتھ مرصع تھا اس کو اتنا دور سے منگوانا چاہتے تھے

تاکہ ملکہ بلقیس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اپنا معجزہ دکھادیں چنانچہ آپ نے اپنے درباریوں سے کہا تو جواب میں ایک خبیث جن کھڑا ہوا اُس نے اجلاس ختم ہونے تک لانے کا جواب دیا۔

حضرت سلیمان ؑ نے فرمایا مجھے اس سے بھی جلد چاہئے چنانچہ آپ کا وزیر جسکا نام آصف بن برخیا تھا، نے عرض کی میں وہ تخت پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤنگا اُس نے ایسا ہی کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ آصف بن برخیا جو صرف سلیمان ؑ کی اُمت کا ولی اللہ تھا اور کتاب کا کچھ علم جانتا تھا اس نے لاکھوں میل کا سفر اور پھر اتنا بڑا تخت پلک جھپکنے میں حاضر کیا یہ کرامت ہے اور کرامت وہی ہوتی ہے امرِ خارق (یعنی جو عادتاً سمجھ سے بالاتر ہو)۔

جب حضرت سلیمان ؑ کی اُمت کے ایک ولی اللہ کی یہ شان ہے تو پھر امام الانبیاء ﷺ کے اُمت کے اولیاء کرام کی کیا شان ہوگی پھر اگر غوث اعظم ؓ، حضرت خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ اور ہر ولی اللہ کرامات دکھائیں تو اسکا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے کہ یہ قرآن سے ثابت ہے۔

قرآن مجید اور حدیث کی اہمیت

حدیث شریف سرکارِ اعظم ﷺ کے اقوال، افعال اور تقریر (یعنی کسی فعل کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملاحظہ فرمایا اور اس سے منع نہ فرمایا) کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر سرکارِ اعظم ﷺ کے قول یعنی حدیث کو ماننے اور اس پر عمل

کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

القرآن: قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ترجمہ: تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر۔ (سورۂ آل عمران، پارہ:۳، آیت نمبر۳۲)

القرآن: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ

ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اُس نے اللہ کا حکم مانا۔

(سورۃ النساء، پارہ:۵، آیت نمبر۸۰)

القرآن: وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ (سورۂ نجم، آیت نمبر۳،۴)

ان تینوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ سرکارِ اعظم ﷺ کے دہنِ مبارک سے نکلا ہوا لفظ شریعت ہے اور حدیث ہے اس پر عمل کرنے کا حکم قرآن مجید سے ثابت ہے لہٰذا بات واضح ہوگئی کہ حدیثِ رسول ﷺ کی بہت اہمیت ہے۔

اسی طرح (معاذ اللہ) قرآن حدیث کا محتاج نہیں بلکہ قرآن کو سمجھنے کے لئے ہم حدیث کے محتاج ہیں۔ قرآن مجید میں ہے نماز قائم کرو، روزہ رکھو، زکوٰۃ دو، حج کرو وغیرہ وغیرہ اب یہ سمجھنا کہ کیسے نماز پڑھیں، کتنے وقت کی پڑھیں، روزہ کب رکھیں، کب افطار کریں، زکوٰۃ کتنی دیں، حج کیسے ادا کریں، یہ سب حدیث شریف

میں موجود ہے قرآن مجید میں ظاہری طور پر موجود نہیں ہے۔

قرآن مجید شفا اور رحمت ہے

القرآن: وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝

ترجمہ: اور ہم قرآن میں اُتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور اس سے ظالموں کو نقصان ہی بڑھتا ہے۔

(سورۂ بنی اسرائیل، پارہ:۱۵، آیت نمبر ۸۲)

القرآن: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ: اے لوگو تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے۔

(سورۂ یونس، پارہ:۱۱، آیت نمبر ۵۷)

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید شفا اور رحمت ہے لہٰذا اس کو پڑھ کر کسی بیمار یا مریض پر دَم کر کے بیمار یا مریض کو کھلایا جا سکتا ہے۔

دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ قرآن مجید رحمت بھی ہے کوئی شخص کلامِ مجید کی آیتِ مبارکہ کو گھروں پر یا مکانات پر لکھ کر لگائے تو اس گھر میں یا دوکان میں رحمت نازل ہوگی اسی طرح اگر کوئی شخص مرجائے تو اس کے کفن پر شہادت کی انگلیوں سے کلامِ الٰہی لکھ دیا جائے یا قبر میں میت کے ساتھ رکھ دیا جائے تو اس کی وجہ سے بھی

میت پر رحمتِ الٰہی جل جلالہ کی بارش ہوگی۔

لیکن اس چیز کی احتیاط کریں کہ میت کے جسم کے اُوپر قرآنی آیات کو نہ رکھا جائے کیونکہ میت کا پھولنا اور پھٹنا اس کے جسم کے عوارضات سے ہے تو ایسی صورت میں ان برکت والے الفاظ کا وہاں ہونا بے ادبی ہوگی اس لئے کوشش کریں کہ قبر کے ایک طرف محراب نما جگہ بنالی جائے وہاں ان تبرکات کو رکھ دیا جائے تا کہ بے ادبی نہ ہو، اور ادب ملحوظ رہے۔

تقلید آئمہ کا ثبوت قرآن سے

القرآن: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ

ترجمہ: اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور اُن کا جو تم میں صاحبِ امر ہیں۔ (سورۂ نساء، پارہ:۵، آیت نمبر ۵۹)

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور صاحبِ امر کی اطاعت کا حکم دے گیا ہے صاحبِ امر سے مراد علمائے حق ہیں ان کی بھی اطاعت کا حکم ہے اطاعت سے مُراد تقلید ہے صاحبِ امر میں تمام آئمہ مجتہدین اور علمائے فقہ شامل ہیں۔

القرآن: وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ

ترجمہ: اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

(سورۂ لقمٰن، پارہ:۲۱، آیت نمبر ۱۵)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دے رہا ہے کہ ہر اس نیک شخص کی پیروی یعنی اطاعت کر جو تیرا رابطہ مجھ سے کرا دے معلوم ہوا کہ تقلید یعنی پیروی کرنا اللہ کا حکم ہے اور منع کرنے والے نادان لوگ ہیں۔

امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھنا چاہیے

جب امام قرأت کرے (سورۂ فاتحہ ہو یا دیگر قرأت) تو مقتدی پر لازم ہے کہ وہ خاموش رہے اکیلے نماز پڑھتے وقت سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے مگر جب امام کے پیچھے ہوں تو خاموش رہیں امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔

امام کے پیچھے بھی سورۂ فاتحہ پڑھنے سے متعلق جو حدیثیں ہیں وہ اس آیتِ مبارکہ کے نزول کے بعد منسوخ ہو گئیں۔

القرآن: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝

ترجمہ: جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔ (سورۂ اعراف، پارہ: ۹، آیت نمبر ۲۰۴)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد امام کے پیچھے مطلقاً قرأت منع کر دی گئی اور فرمایا گیا خاموش رہا کرو۔

مُرشد و رہنما ضروری ہے

القرآن: یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ

ترجمہ: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

(سورۂ بنی اسرائیل، پارہ: ۱۵، آیت نمبر ۷۱)

اس آیتِ مبارکہ کے متعلق مفسّرین فرماتے ہیں کہ آدمی جسکی پیروی کرتا تھا جسکا حکم مانتا تھا انہیں اُسی نیک لوگوں کے نام سے پکارا جائیگا کہ اے فلاں کے ماننے والے۔

اگر ہم کسی نیک پرہیزگار شخص کے دامن سے وابستہ ہوں گے تو انہیں نیک لوگوں کے ساتھ قیامت کے دن اُٹھایا جائیگا۔

القرآن: وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا۝

ترجمہ: اور جسے گمراہ کرے تو ہرگز اس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے۔ (سورۂ کہف، پارہ: ۱۵، آیت نمبر ۱۷)

قرآن نے بھی مُرشد سے مُراد راہ دکھانے والا بتایا ہے اس سے مُرشدِ حقیقی کی حقیقت قرآن سے ثابت ہوئی لہٰذا نمازی، متّقی، پرہیزگار اور کامل شخص کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کے حکم پر چلنا چاہیے۔

شانِ خُلفائے راشدین و صحابۂ کرام علیہم الرضوان

القرآن: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا

ترجمہ: محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے۔ (سورۃ الفتح، پارہ: ۲۶، آیت نمبر ۲۹)

مفسّرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں چاروں خُلفاء کے فضائل بیان کئے

گئے ہیں "اُن کے ساتھ والے" سے مُراد حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ذات ہے۔ "کافروں پر سخت ہیں" سے مراد حضرت عمرؓ کی ذات ہے۔ "آپس میں نرم دل" سے مراد حضرت عثمانؓ کی ذات ہے۔ رکوع کرتے، سجدے کرتے سے مُراد حضرت علیؓ کی ذات ہے۔

القرآن: رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۝

ترجمہ: اللہ اُن سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔ (سورۃ البینہ، پارہ:۳۰، آیت نمبر ۸)

مفسّرین اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ اس آیت میں تمام صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی شان بیان کی گئی ہے جنہوں نے ایک نظر بھی حالتِ ایمان میں سرکارِ اعظم ﷺ کا دیدار کیا یا اُن کی صحبت میں بیٹھا اُن تمام کے لئے یہ بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر اتنے کرم کئے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے راضی ہوگیا۔

شانِ صدیق اکبرؓ

القرآن: وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

ترجمہ: اور وہ یہ سچ لیکر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے ان کی تصدیق کی یہی ڈروالے ہیں۔ (سورۃ الزمر، پارہ:۲۴، آیت نمبر ۳۳)

مفسّرین نے اس آیت میں تصدیق کرنے والے سے مُراد حضرت صدیق اکبرؓ کی ذات لی ہے شیعہ حضرات کی معتبر کتاب "تفسیر مجمع البیان" آٹھویں جلد،

ص ۴۹۸ میں علامہ طبرسی نے بھی اس آیت کو حضرتِ صدیق اکبرؓ کی شان میں نازل ہونا لکھا ہے۔

فضائلِ حضرت عمرؓ

القرآن: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) اللہ تمہیں کافی ہے اور یہ جتنے مسلمان تمہارے پیرو ہیں۔ (سورۃ انفال، پارہ:۱۰، آیت نمبر ۶۴)

شانِ نزول: حضرت سعید بن جبیرؓ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے بارے میں نازل ہوئی۔ دولتِ ایمان سے صرف تینتیس (۳۳) مرد اور چھ (۶) عورتیں مشرف ہوچکے تھے تب حضرت عمرؓ اسلام لائے۔

شانِ عثمانِ غنیؓ

القرآن: اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

ترجمہ: وہ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ (سورۃ بقرہ، پارہ:۳، آیت:۲۶۲)

شانِ نزول: یہ آیت حضرتِ عثمانِ غنی وحضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے حق میں نازل ہوئی حضرت عثمانِ غنیؓ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر لشکرِ اسلام کے لئے ایک ہزار اُونٹ مع سامان پیش کئے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے چار ہزار درہم صدقہ کے بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر کئے اور عرض کیا کہ میرے پاس

کل آٹھ ہزار درہم تھے آدھے میں نے اپنے اور اپنے اہلِ وعیال کیلئے رکھ لئے اور آدھے راہِ خدا میں حاضر ہیں سرکارِ اعظم ﷺ نے فرمایا جو تم نے دیئے اور جو تم نے رکھ لئے اللہ تعالیٰ دونوں میں برکت فرمائے۔

شانِ حضرتِ علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما

القرآن: وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا

ترجمہ: اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔

(سورۃ الدھر، آیت نمبر ۸)

شانِ نزول: یہ آیت حضرت علی ؓ اور سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا اور ان کی کنیز فضہ کے حق میں نازل ہوئی حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بیمار ہوئے ان حضرات نے ان کی صحت پر تین روزوں کی نذر فرمائی اللہ تعالیٰ نے صحت دی۔

نذر کی وفا کا وقت آیا سب صاحبوں نے روزے رکھے حضرت علی ؓ ایک یہودی سے تین صاع (صاع ایک پیمانہ ہے جو دورِ حاضر میں تقریباً ۴ کلو اور ۹۵ گرام کے برابر ہے) جَو لائے حضرتِ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین ایک روز یتیم، ایک روز اسیر آیا تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دے دیں صرف پانی سے روزہ افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا۔

سرکارِ اعظم ﷺ کی کئی ازواجِ مطہرات اور کئی صاحبزادیاں تھیں

القرآن: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: اے نبی اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو۔ (سورۃ احزاب، پارہ ۲۲، آیت نمبر ۵۹)

اَزْوَاج جمع ہے زوج اور زوجہ کی اور بَنٰت جمع ہے بِنْت یعنی بیٹی کی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ سرکارِ اعظم ﷺ کی کئی ازواجِ مطہرات اور کئی صاحبزادیاں تھیں صرف حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی زوجہ اور صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی صاحبزادی کہنے والوں کے عقیدے کی اس آیت نے نفی کر دی۔

فضائلِ اہلِ بیت (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

القرآن: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

(سورۃ احزاب، پارہ ۲۱، آیت نمبر ۳۳)

اس سے معلوم ہوا کہ سرکارِ اعظم ﷺ کی تمام ازواجِ مطہرات اہلِ بیت اور تمام اہلبیت پاک دامن اور ان کی پاکیزگی کی گواہی اللہ تعالیٰ دیتا ہے اب اہلِ بیت میں سے کسی کی بھی مخالفت قرآن مجید سے اختلاف ہے (العیاذ باللہ)۔

منافقین کی مسجد میں نماز پڑھنا اور جانا جائز نہیں

القرآن: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ

الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۞ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۞

ترجمہ: اور وہ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو اور اس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مخالف ہے اور ضرور قسمیں کھائیں گے ہم نے تو بھلائی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بے شک جھوٹے ہیں اس مسجد میں تم کبھی کھڑے نہ ہونا بے شک وہ مسجد پہلے ہی دن سے جسکی بنیاد پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس قابل ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔

(سورۃ التوبہ، پارہ:۱۱، آیت نمبر ۱۰۷، ۱۰۸)

شانِ نزول: یہ آیت ایک جماعتِ منافقین کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مسجدِ قباء کو نقصان پہنچانے کے لئے اور اس کی جماعت کو متفرق کرنے کے لئے اس کے قریب ایک مسجد بنائی تھی۔

میرے مولا ﷺ جب غزوۂ تبوک سے واپس ہو کر مدینہ منورہ کے قریب ایک موضع میں ٹھہرے تو منافقین نے آپ علیہ السلام سے درخواست کی کہ ان کی مسجد میں تشریف لے چلیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے ناپاک ارادوں کو ظاہر فرمایا گیا تب سرکارِ اعظم ﷺ نے بعض اصحاب کو حکم دیا کہ اس مسجد کو جا کر ڈھادیں اور جلادیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اب اس آیت کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا:

اس کے معنی یہ ہیں کہ "جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو" مطلب یہ کہ بعض مسجدیں بھی مسلمانوں کو نقصان پہنچاتی ہیں مسجدِ ضرار منافقین نے مسلمانوں کی مساجدوں کی طرح بنائی اللہ تعالیٰ کا نام بھی لکھوایا، کلمہ پڑھتے تھے، نمازیں مسلمانوں کی طرح پڑھتے، روزے، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی بھی کرتے تھے مگر دل میں سرکارِ اعظم ﷺ کے لئے نفرت (العیاذ باللہ) تھی اسلئے اُن کی مسجد نقصان پہنچانے والی قرار دی گئی۔

معلوم ہوا کہ اسلام صرف عمل کا نام نہیں بلکہ محبتِ رسول ﷺ کا نام ہے۔

وَكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ:

اس کے معنی ہیں کہ "کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو" مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے اسلامی عقائد پر کیچڑ اُچھالا جائے اپنے بڑوں کے دن منائے جائیں مگر سرکارِ اعظم ﷺ کا یومِ ولادت منانے، ایصالِ ثواب کرنے اور سرکارِ اعظم ﷺ کی حیات اور علم میں طعنہ زنی کی جائے اس طرح مسلمانوں میں انتشار پھیلایا

جائے۔

حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ:

اس کے معنی یہ ہیں کہ "منافقین اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف ہیں" محترم حضرات آپ نے پہلے بھی پڑھا کہ منافقین اللہ تعالیٰ کا انکار نہیں کرتے تھے کلمہ بھی پڑھتے تھے پھر کیوں ان کو اللہ تعالیٰ کا مخالف کہا گیا وہ تو سرکار اعظم ﷺ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہتے ہیں، علمِ غیب رسول ﷺ کا انکار کرتے تھے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے میرے محبوب!! جو تیری تخفیفِ شان کرے وہ حقیقت میں تیرے رب ﷻ کے مخالف ہے۔

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا:

اس کے معنی ہیں کہ "اس مسجد (یعنی مسجدِ ضرار) میں تم کبھی کھڑے نہ ہونا" مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو حکم دے رہا ہے کہ آپ ﷺ ہرگز اس مسجد میں کھڑے نہ ہونا۔ معلوم ہوا کہ جس مسجد میں گستاخ رسول ﷺ ہوں، گستاخ صحابہ ہوں، گستاخ آئمہ اربعہ ہوں، اس مسجد میں جا کر نماز ادا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جس مسجد میں جانے سے منع کر دیا گیا ہو اس مسجد کے امام کے پیچھے کیسے نماز ہو سکتی ہے۔ جب نبی ﷺ کو منع کیا گیا تو امتی کیوں کر جائے۔

ہر چیز کا ذکر قرآن مجید میں ہے

القرآن: وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝

ترجمہ: اور انہوں نے جو کچھ کیا سب کتابوں میں ہے اور ہر چھوٹی بڑی

چیز لکھی ہوئی ہے۔ (سورۂ قمر، پارہ: ۲۷، آیت نمبر ۵۲، ۵۳)

القرآن: اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ؕ

ترجمہ: کیا تو نے نہ جانا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے بے شک یہ سب ایک کتاب میں ہے۔

(سورۂ حج، پارہ: ۱۷، آیت نمبر ۷۰)

ان دونوں آیاتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قرآن میں اول تا آخر تمام چیزوں کا علم موجود ہے مگر ہماری وہ آنکھیں نہیں جن سے ہم دیکھ سکیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے ایسی نظریں عطا کی ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر میرے اونٹ کی رسی بھی گم ہو جائے تو میں اُسے قرآن مجید میں دیکھ کر تلاش کر لونگا۔

قرآن مجید میں کوئی کمی بیشی نہیں کر سکتا

القرآن: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

ترجمہ: بیشک ہم نے اُتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ (سورۂ حجر، پارہ: ۱۴، آیت نمبر ۹)

اس آیت کے تحت مفسرین فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سپرد لے لیا ہے لہٰذا اس میں تحریف، تبدیلی، زیادتی یا کمی کوئی نہیں کر سکتا ساری کائنات تمام جن و انس مل کر بھی اس بات پر قدرت نہیں رکھتے کہ وہ قرآن مجید میں کوئی کمی بیشی کر سکیں یہ خصوصیت صرف قرآن ہی کی ہے دوسری کسی

کتاب کو یہ بات میسّر نہیں انجیل، تورات اور زبور میں ہر سال اپنی مرضی سے بے دین تبدیلی کرتے رہتے ہیں لیکن قرآن مجید حرف بہ حرف ویسا ہی ہے جیسا کہ نازل ہوا تھا۔

اب کوئی یہ کہے کہ قرآن مجید میں (معاذ اللہ) صحابہ کرام نے تحریف کی ہے ایسا کہنا قرآن مجید کا انکار ہے۔

قرآن مجید کو باوضو اُٹھایا جائے

القرآن: اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝

ترجمہ: بیشک یہ عزّت والا قرآن ہے محفوظ نوشتہ میں اِسے نہ چھوئیں مگر باوضو۔ (سورۂ واقعہ، پارہ: ۲۷، آیت نمبر ۷۷، ۷۸، ۷۹)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو بے وضو چھونا جائز نہیں اسی طرح کسی آیتِ قرآنیہ کو بھی بغیر وضو چھونا جائز نہیں ہے۔

نمازِ جنازہ کا ثبوت نمازِ جنازہ صرف مومن کی ہوگی

القرآن: وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

ترجمہ: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بیشک اللہ اور رسول کے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مرگئے۔ (سورۂ توبہ، پارہ: ۱۰، آیت نمبر ۸۴)

اس آیت کے تحت مفسّرین فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ منافقین کی نمازِ جنازہ اور ان کی تدفین میں شرکت کرنے سے منع کر دیا گیا اس آیت سے نمازِ جنازہ پڑھنے کا ثبوت بھی ملا ہے کہ مومن کی پڑھی جائے منافقین کی نہ پڑھی جائے۔

نمازِ فرض اور نمازِ جنازہ کے بعد دُعا مانگنا

القرآن: فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ

ترجمہ: پھر جب نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے۔ (سورۃ النساء، پارہ: ۵، آیت نمبر ۱۰۳)

اس آیت میں نماز کے بعد ذکرِ الٰہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا دعا بھی اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادت کا مغز ہے۔ اس لئے ہم نمازِ فرض کے بعد دعائے ثانی اور نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پورا ہو جائے۔ اگر نمازِ فرض کے بعد اور نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا ناجائز ہوتا تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ہرگز نماز کے بعد دعا کرنے کا حکم نہ دیتا یہ تمام تفاسیر سے بھی ثابت ہے۔ اس کے علاوہ نماز کے بعد کلمہ طیبہ اور کلمہ توحید کا ورد کرنا بھی اس آیت سے ثابت ہے۔

بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضری قریب واجب ہے

القرآن: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ

وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۝

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

(سورۃ النساء، پارہ:۵، آیت نمبر۶۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بارگاہ رسالت ﷺ میں جانے کا حکم دیا ہے یوں سمجھ لیجئے کہ گناہوں کے مریضوں کو دکھ درد کے ماروں کو ایک شفا خانے کا پتہ بتایا ہے یہ حکم قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے ہے اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ گناہگار میرے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں آکر مجھ سے توبہ کریں بلکہ یہی نہیں میرا محبوب ﷺ بھی گناہگاروں کی سفارش کرے۔

اس آیت میں لطیف نقطہ یہ ہے کہ گناہگاروں کو معاف کرکے چھوڑ دیا جاتا ہے مگر یہ آیت بتا رہی ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے سفارش کی ہے اس لئے معافی بھی ملے گی اور اللہ تعالیٰ مہربان بھی ہوگا۔

اذان کا ثبوت قرآن مجید سے

القرآن: وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ۝

ترجمہ: جب تم نماز کے لئے اذان دو تو اسے ہنسی کھیل بناتے ہیں یہ اس لئے کہ وہ نرے بے عقل لوگ ہیں۔

(سورۂ مائدہ، پارہ:۶، آیت نمبر۵۸)

القرآن: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ

ترجمہ: اے ایمان والو جب نماز کی اذان ہو جمعے کے دن تو اللہ کے ذکر کیطرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔

(سورۂ جمعہ، پارہ:۹، آیت نمبر۲۸)

ان دونوں آیات سے اذان کا ثبوت ملا۔ اذان اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اس کے دینے سے آفات و بلیات دور ہوتے ہیں۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے فتاویٰ شامی میں کئی مقامات لکھے جہاں اذان دینا جائز ہے اُن مقامات میں سے ایک مقام قبر پر اذان دینا بھی ہے۔ اذان دینے سے چونکہ مصائب دور ہوتے ہیں لہٰذا قبر پر اذان دینے سے بھی صاحب قبر پر رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور مصائب دور ہوتے ہیں الغرض کہ احادیث مبارکہ میں یہ بات بھی موجود ہے کہ اگر کوئی غمگین ہو تو اس کے کان میں بھی اذان کہی جائے معلوم ہوا کہ اذان اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اسکے بہت فوائد ہیں۔

وضو، غسل اور تیمم کا بیان

القرآن: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ

فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ

ترجمہ: اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ اور تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہو لو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو۔

(سورۂ مائدہ، پارہ:۶، آیت نمبر۶)

اس آیت میں سب سے پہلے وضو کا ذکر ہے چہرہ دھونا، دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا، چوتھائی سر کا مسح کرنا اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا وضو میں فرض ہے۔ کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا اور پورے سر کا مسح کرنا وضو کی سُنتیں ہیں۔

اس کے بعد آگے غُسل کا بھی ذکر کیا گیا ہے جب حالتِ جنابت میں ہو اگر وضو اور غُسل کے لئے پانی میسّر نہ ہو یا بیماری ہے جسکی وجہ سے پانی استعمال نہیں کر سکتے تو ایسی صورت میں مٹی سے تیمم کرے۔

نماز کا بیان قرآن مجید سے

القرآن: وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝

ترجمہ: اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ (سورۂ بقرہ، پارہ:۱، آیت نمبر۴۳)

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں نماز اور زکوۃ کی فرضیت کا بیان ہے اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ نمازوں کو ان کے حقوق کی رعایت اور ارکان کی حفاظت کے ساتھ ادا کرو۔

القرآن: حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝

ترجمہ: نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔ (سورۂ بقرہ، پارہ:۲، آیت نمبر۲۳۸)

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ پنجگانہ فرض نمازوں کو ان کے اوقات پر ارکان شرائط کے ساتھ ادا کرتے رہو اس میں پانچوں نمازوں کی فرضیت کا بیان ہے۔ بیچ کی نماز سے مُراد حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ اور جمہور علماء کے نزدیک نماز عصر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہونے سے مُراد قیام ہے اس سے قیام کی نماز میں فرضیت ثابت ہوئی۔

جماعت واجب ہے

القرآن: وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۚ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ

وَلْيَأْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ

ترجمہ: اور اے محبوب جب تم اُن میں تشریف فرما ہو تو پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لئے رہیں پھر جب وہ سجدہ کریں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہئے کہ اپنی پناہ اور ہتھیار لئے رہیں۔

(سورۃ النساء، پارہ:۵، آیت نمبر۱۰۲)

مفسرین نے اس آیت سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ثابت کیا ہے تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جماعت واجب ہے بلا شرعی عذر اس کو چھوڑنے والا سخت گناہگار ہوگا۔

ہر نماز اپنے اپنے وقتوں میں فرض ہے

القرآن: اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۝

ترجمہ: بے شک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔

(سورۃ النساء، پارہ:۵، آیت نمبر۱۰۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر نماز اپنے اپنے اوقات میں فرض ہے۔

سفر میں نمازِ قصر ادا کرو

القرآن: وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا

مِنَ الصَّلٰوةِ۝

ترجمہ: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو۔ (سورۃ النساء، پارہ:۵، آیت نمبر۱۰۱)

مفسرین فرماتے ہیں کہ سفر میں نماز قصر پڑھے چار رکعت کی جگہ دو رکعت پڑھے، دو رکعتیں اور تین رکعتوں والی نماز یعنی فجر اور مغرب دو اور تین رکعتیں ہی پڑھے۔

مسئلہ: مسافر وہ شخص ہے جو تین دن کی راہ تک جانے کے ارادہ سے بستی سے باہر ہوا۔ **مسئلہ:** دن سے مُراد سال کا سب میں چھوٹا دن اور تین دن کی راہ سے یہ مراد نہیں کہ صبح سے شام تک چلے کہ کھانے پینے نماز اور دیگر ضروریات کیلئے ٹھہرنا تو ضروری ہے بلکہ مُراد دن کا اکثر حصّہ ہے مثلاً شروع صبح صادق سے دوپہر ڈھلنے تک چلا پھر ٹھہر گیا۔ پھر دوسرے اور تیسرے دن یو ہیں کیا تو اتنی دور تک کی راہ کو مسافت سفر کہیں گے دوپہر کے بعد تک چلنے میں بھی برابر چلنا مراد نہیں بلکہ عادتاً جتنا آرام لینا چاہئے اس قدر درمیان میں ٹھہرتا بھی جائے اور چلنے سے مُراد معتدل چال ہے کہ نہ تیز ہو نہ سُست خشکی میں آدمی اور اونٹ کی درمیانی چال کا اعتبار ہے اور پہاڑی راستہ میں اسی حساب سے جو اس کے لئے مناسب ہو اور دریا میں کشتی کی چال اس وقت کی کہ ہوا نہ بالکل رُکی ہو نہ تیز۔ (درمختار/عالمگیری)

زکوٰۃ دینا فرض ہے

القرآن: اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

يُنفِقُوْنَ۝

ترجمہ: وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اُٹھائیں۔

(سورۂ بقرہ، پارہ:۱، آیت نمبر۳)

اس آیت کی تفسیر میں مفسّرین فرماتے ہیں کہ نماز قائم رکھنے سے مُراد یہ ہے کہ نمازوں کو پنج وقتہ اپنے اوقات میں ادا کریں اور پورے ارکان ادا کریں ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں خرچ کرنے سے مُراد زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ کا ادا کرنا ہر اس مسلمان پر فرض ہے جس کے پاس ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی رقم ہو۔

القرآن: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ۝

ترجمہ: اور وہ کہ زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں۔

(سورۂ مومنون، پارہ:۱۸، آیت نمبر۴)

روزوں کی فرضیت

القرآن: يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ

ترجمہ: اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض

ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے گنتی کے دن ہیں تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا۔

(سورۂ بقرہ، پارہ:۲، آیت نمبر۱۸۳،۱۸۴)

اس آیت کے تحت مفسّرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں روزوں کی فرضیت کا بیان ہے روزہ شرع میں اسکا نام ہے کہ مسلمان خواہ مرد ہو یا حیض ونفاس سے خالی عورت صبح صادق سے غروب آفتاب تک بہ نیت عبادت کھانے پینے اور مجامعت کو چھوڑ دے رمضان کے روزے ۱۰ شوال ۲ھ میں فرض ہوئے مریض و مسافر کو رخصت دی گئی ہے سفر سے مُراد وہ سفر جس کی مسافت تین دن سے کم نہ ہو بعد میں اس کی قضا کرے اگر کوئی ایسا شخص جو کمزوری کی وجہ سے روزہ رکھنے کی قوت نہ ہو اور آئندہ بھی قوت حاصل ہونے کی اُمید نہ ہو تو ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ ہر روزے کے بدلے نصف صاع یعنی دو کلو سینتالیس گرام (.2.047Kg) آٹا یا اس کی قیمت (یعنی ایک فطرہ کی رقم) اس روزے کا فدیہ ہے۔

مسئلہ: فدیہ آپ رقم کی صورت میں بھی دے سکتے ہیں اور تیس روزے کا فدیہ ایک شخص کو دیا جا سکتا ہے **مسئلہ:** فدیہ آپ رقم کی صورت میں بھی دے سکتے ہیں اور تیس روزے کا فدیہ ایک شخص کو دیا جا سکتا ہے **مسئلہ:** فدیہ اس کو دیں جو سُنّی صحیح العقیدہ مسلمان ہو فدیہ وہ لے سکتا ہے جو شرعی فقیر ہو جس پر زکوٰۃ دینا فرض نہ ہو یعنی ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کے برابر کی رقم اس کے پاس

ضروریات سے زائد نہ ہو، وہ شرعی فقیر ہے (تفصیل کے لئے بہار شریعت حصہ پنجم کا مطالعہ فرمائیں)۔

حج کی فرضیت

القرآن: وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًی مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْیَةٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ ٙ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَی الْحَجِّ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ ۚ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ یَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ

ترجمہ: اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی بھیجو جو میسر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے پھر جو تم میں بیمار یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے بدلہ دے روزے یا خیرات یا قربانی پھر جب تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اُٹھائے اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ یہ پورے دس ہوئے یہ حکم اس کے لئے ہے جو مکہ میں رہنے والا نہ ہو۔

(سورۂ بقرہ، پارہ:۲، آیت نمبر ۱۹۶)

حج ۹ ھ میں فرض ہوا اس کی فرضیت قطعی ہے اس آیت میں حج اور عمرے دونوں کا ذکر ہے لہٰذا حج کی فرضیت قرآنِ مجید سے ثابت ہوئی۔

نکاح کا بیان اور مہر کا بیان

القرآن: وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــٴًـا مَّرِیْٓــٴًـا ۝

ترجمہ: اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بی بیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جنکے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اُسے رچتا پچتا۔ (سورۃ النساء، پارہ:۴، آیت نمبر ۳،۴)

مفسرین اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ اسلام میں چار شادیاں جائز ہیں اگر انصاف نہ کرسکو تو پھر ایک ہی کرو اور خوشی سے مہر بھی دو اس آیت میں مہر کا بھی

ذکر ہے۔

طلاق کا بیان

القرآن: الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۖ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ
وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ
يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ
اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ
فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝
فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ
فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا
حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمہیں روا نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا اس میں کچھ واپس لو مگر جب دونوں کو معلوم ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہی حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دیکر عورت چھٹی لے یہ اللہ کی حدیں ہیں اس سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے

حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں بنائیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں بیان کرتا ہے دانشمندوں کیلئے۔

(سورہ بقرہ، پارہ ۲، آیت نمبر ۲۲۹، ۲۳۰)

اگر خدانخواستہ طلاق دینا ناگزیر ہو تو شوہر کو چاہئے کہ ایک وقت میں تین طلاقیں نہ دے کیونکہ دے دیں تو واقع ہو جائیں گی، بلکہ بہتر یہی ہے کہ وہ طریقہ اختیار کرے جو احادیث میں صراحتاً موجود ہے وہ یہ ہے کہ کوئی مرد اگر اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے تو اس کو ایک طلاق (ایامِ حیض کے علاوہ) دے اور کہے کہ میں تجھے ایک طلاق دیتا ہوں ایک مہینہ گزر جانے دیں نہ اس میں رجوع ہو اور نہ صحبت ایک مہینہ جب گزر جائے تو ایام طہارت میں ایک اور طلاق دے دے اور پھر اسی طرح تیسرے ماہ میں تیسری طلاق دے دے۔ اب وہ عورت اس کے لئے بغیر حلالہ شرعیہ کے ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی۔ اسے طلاق سنت بھی کہتے ہیں۔ اس صورت کا یہ فائدہ ہے کہ تین ماہ کی مدت میں اسے اپنے فیصلہ پر غور کرنے کا موقع ملے گا۔ اگر تین ماہ میں بھی وہ طلاق دینے پر آمادہ رہا تو پھر آئندہ پچھتاوے کا احتمال کم ہے۔

اس سے بھی بہتر ایک صورت یہ ہے کہ ایک طلاق دے کر چھوڑ دے پھر تین ماہ تک رجوع و صحبت نہ کرے تو خود بخود عورت اس کے نکاح سے بائن ہو جائے گی اس صورت کا یہ فائدہ ہے کہ وہ اس عورت سے زندگی بھر میں جب چاہے بغیر حلالہ کے

نکاح کرسکتا ہے اور نکاح کے بعد اِسے دو طلاقوں کا اختیار رہے گا۔ اسے طلاقِ احسن کہتے ہیں۔

تیسرا طریقہ طلاق یہ ہے کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دے دے اس صورت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ مگر نقصان یہ ہے کہ اگر نا سمجھی یا جلد بازی یا غصہ وغیرہا کے باعث طلاق دے دی تھی تو اب زندگی بھر کا پچھتاوا رہ جائے گا۔ اسے طلاق بدعت کہتے ہیں۔

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں ایک ساتھ دیدے تو ایک طلاق ہی واقع ہوگی۔ غور طلب مسئلہ ہے کہ تین کا معنی تین ہوتا ہے یا ایک؟ مثال کے طور پر اگر زید بکر کو یکدم تین ڈنڈے رسید کردے بعد ازاں بکر اس سے مخاصمہ کرنے قاضی کی عدالت میں جائے اور دعویٰ کرے کہ زید نے مجھے تین ڈنڈے مارے اور جب قاضی زید سے پوچھے کہ بکر کے دعویٰ کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ پھر زید یہ بیان دے کہ میں نے جناب ایک ساتھ تین مارے ہیں جو کہ ایک کے حکم میں ہیں تو قاضی صاحب ان کو کیا جواب دیں گے؟ آپ خود سوچ سکتے ہیں!!۔

خُدا جب دین لیتا ہے　　تو عقل چھین لیتا ہے

ایک وقت میں دی گئی تین طلاقوں کا تین ہی ہونے پر صحابہ کرام علیہم الرضوان، ائمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور احمد بن حنبل علیہم رحمۃ اللہ تعالیٰ کا اجماع ہے۔ (تفصیل کے لئے مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی صاحب کی کتاب "طلاق ثلاثہ کا شرعی حکم" کا مطالعہ فرمائیں)

حلالہ یا حرامہ؟؟:

نعوذ باللہ من ذلک یہ مقولہ اُن فرنگی مولویوں کا ہے جن کا ذکر ہم نے سابق میں کیا، ظاہری وضع قطع مومنوں کی اور دل......!!!۔

ذیابٌ فی ثیابٍ　　لب پہ کلمہ دل میں گستاخی

حدیث شریف میں ہے "لَعَنَ اللّٰہُ الْمُحَلِّلَ وَ الْمُحَلَّلَ لَہٗ"

یعنی، اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والوں اور حلالہ کروانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

اس حدیث کو بنیاد بنا کر حدیثوں کے دعویدار غیر مقلدین مطلقاً حلالہ کو حرام کہتے ہیں۔ اور کسی صورت میں بھی حلالہ کی اجازت نہیں دیتے۔ ان کے عقائد بھی کیا کہیے؟ کہاں تو تین طلاق دینے والے کو حرام کاری کی اجازت دے دیتے ہیں اور کہاں معاذ اللہ حلالہ شرعیہ کو حرامہ بکتے نہیں کتراتے!۔

قارئین کرام پر واضح ہو کہ حلالہ اس عمل کو کہتے ہیں کہ جب شوہر نے بیوی کو طلاق دی پھر اس نے دوسرے مرد سے نکاح کیا اور دوسرے نے اس سے صحبت بھی کی اور پھر طلاق دے دے تو اب وہ عورت پہلے مرد کے لئے حلال ہوگی۔ اس کی دو صورتیں ہیں یا تو یہ سارا معاملہ طے شدہ ہوگا یا اتفاقیہ، شرعی مسئلہ یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں پہلے مرد کے لئے حلال ہوجائے گی۔ مگر یاد رہے کہ جس حلالہ پر اللہ تعالیٰ کے لعنت فرمانے کا ذکر حدیثِ پاک میں موجود ہے وہ طے شدہ حلالہ ہے۔ طے کر کے حلالہ کرنا سخت گناہ ہے۔ مگر حلالہ ہوجاتا ہے۔

اعتراض: ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ طے شدہ حلالہ سخت گناہ دوسری جانب یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کے بعد بھی پہلے شوہر کے لئے حلال ہوجاتی ہے! یہ کیا بات ہوئی؟

جواب: قتل کرنا حرام ہے اب میں معترض سے سوال کرتا ہوں کہ کیا اس حرام فعل کے کرنے سے مقتول مرے گا یا نہیں؟ عقل مند را اشارہ کافی است

مسئلہ: غصے میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجائے گی۔ **مسئلہ:** مذاق میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجائے گی۔ **مسئلہ:** نشے کی حالت میں طلاق دینے سے بھی طلاق واقع ہوجائیگی۔ **مسئلہ:** بوہرے کی حالتِ جنون میں، سوئے ہوئے، پاگل اور بچے کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

آج کل طلاق کی نحوست بے تحاشہ پھیلی ہوئی ہے لہذا غصے کو ترک کرے مردوں کو سوچنا چاہئے کہ وہ اپنی بیوی پر ظلم نہ کریں اور بیویوں کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کی فرمانبرداری بن کر رہیں تاکہ معاشرہ خراب نہ ہو۔

مرد نگاہیں نیچی رکھیں اور عورتیں پردہ کریں

القرآن: قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ط ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ص

ترجمہ: مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں

کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے بہت ستھرا ہے بیشک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے اور مسلمان عورتیں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں میں ڈالے رہیں۔ (سورۂ نور، پارہ: ۱۸، آیت نمبر ۳۰، ۳۱)

مردوں کو چاہئے کہ وہ نامحرم عورتوں کو نہ دیکھیں راہ چلتے اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کریں یہاں تک کہ امرد لڑکے کو بھی شہوت کی نظر سے دیکھنا حرام ہے۔ اسی طرح عورتوں کو بھی چاہئے کہ وہ پردہ کریں غیر مردوں کے سامنے نہ آئیں عورتوں کو بھی نامحرم مردوں کا دیکھنا ناجائز ہے اپنا بناؤ سنگھار غیر مردوں کے سامنے ظاہر نہ کریں عورت کا پورا بدن چھپانا ضروری ہے۔

کن کن لوگوں سے پردہ کرنا لازم نہیں

القرآن: وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ص

ترجمہ: اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی

یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں۔

(سورۂ نور، پارہ:۱۸، آیت نمبر ۳۱)

وہ قریبی رشتہ دار جن سے پردہ کرنا فرض ہے:

(۱) چچازاد (۲) پھوپھی زاد (۳) ماموں زاد (۴) خالہ زاد
(۵) دیور (۶) جیٹھ (۷) نندوئی (۸) بہنوئی
(۹) پھوپھا (۱۰) خالو (۱۱) شوہر کا بھتیجا (۱۲) شوہر کا بھانجا
(۱۳) شوہر کا ماموں (۱۴) شوہر کا پھوپھا (۱۵) شوہر کا خالو

ایک لڑکی کا ان تمام اشخاص سے پردہ کرنا فرض ہے خصوصاً جو آجکل دیور سے بے تکلفی کی جاتی ہے وہ بھی ناجائز ہے آجکل منہ بولی بہن بنانے کا رواج ہے اس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں۔ بہن وہی ہے جو آپکی والدہ کے پیٹ سے پیدا ہوئی ہے۔

اب لوگ عمل کریں یا نہ کریں مگر شریعت کا فیصلہ اٹل ہے جس پر سب کو سر خم کرنا چاہئے۔

جہاد کی فضیلت

القرآن: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ ۝

ترجمہ: بیشک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پرا (صف) باندھ کر گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی (سیسہ پلائی دیوار)

مفسرین فرماتے ہیں کہ جہاد اس وقت فرض ہوتا ہے جب شرائط پائی جائیں اگر کافر مسلمانوں کے ملک پر چڑھائی کریں تو جہاد فرض عین ہوتا ہے ورنہ فرض کفایہ۔

نیکی کا حکم دو اور بُرائی سے روکو

القرآن: وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

ترجمہ: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بُری بات سے منع کریں اور یہی لوگ مُراد کو پہنچے۔

(سورۂ آل عمران، پارہ:۴، آیت نمبر ۱۰۴)

اس آیت سے نیکیوں کا حکم دینا اور بُرائیوں سے روکنے کی فرضیت اور اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا گیا ہے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نیکیوں کا حکم کرنا اور بدیوں سے روکنا بہترین جہاد ہے اس آیت میں "یا شیخ اپنی دیکھ" والے ذہن کا بھی خاتمہ کیا گیا ہے اپنی اولاد، گھر والے، اور قریبی لوگوں کو نیکیوں کا حکم اور بُرائیوں سے بچانا ہے۔

حدیث شریف کا مفہوم ہے نہی عن المنکر کے تین درجے ہیں، جب کوئی غلط کام ہوتا دیکھے اگر قدرت رکھتا ہو تو اپنے ہاتھ سے اُسے روک دے، اگر اس پر قادر نہ

ہو تو زبان سے رُوکے اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو کم از کم دل میں اُسے بُرا ضرور جانے، اور یہ ایمان کا کم تر درجہ ہے۔

والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کرو

القرآن: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا كَرِيْمًا ۞

ترجمہ: اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن سے اُف تک نہ کہنا۔ اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔

(سورۂ بنی اسرائیل، پارہ: ۱۵، آیت نمبر ۲۳)

آلِ رسول ﷺ کے ساتھ محبت اور حُسنِ سلوک

القرآن: ذٰلِكَ الَّذِىْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ؕ

ترجمہ: یہ ہے وہ جسکی خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اُجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔ (سورۂ شوریٰ، پارہ: ۲۵، آیت نمبر ۲۳)

مفسرین اس آیت کے تحت فرماتے ہیں حضرت سعید بن جُبیر ﷺ سے

مروی ہے کہ قرابت والوں سے مُراد سرکارِ اعظم ﷺ کی آلِ پاک ہیں (بخاری شریف) **مسئلہ:** اہلِ قرابت میں کون لوگ مُراد ہیں اس میں کئی قول ہیں ایک قول کے مطابق وہ اقارب مُراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور وہ مخلصین بنی ہاشم و بنی مطلب ہیں سرکارِ اعظم ﷺ کی تمام ازواج بھی اہلبیت ہیں ایک قول کے مطابق آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر، وآلِ عباس ﷺ مُراد ہیں۔ سرکارِ اعظم ﷺ کی محبت اور آپ کی آل کی محبت اور ادب سب پر لازم ہے۔

رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق

القرآن: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ

ترجمہ: اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے۔ (سورۃ النساء، پارہ: ۵، آیت نمبر ۳۶)

مفسرین اس آیت کے تحت احادیث نقل فرماتے ہیں کہ بخاری و مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ اچھے سلوک کرنے والوں کی عمر دراز اور رزق وسیع ہوتا ہے۔

بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا کہ میں اور یتیم کی سرپرستی کرنے والا ایسے قریب ہوں گے جیسے انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی۔

سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا بیوہ اور مسکین کی امداد اور خبر گیری کرنیوالا مجاہد فی سبیل اللہ کے مثل ہے۔

سرکار اعظم ﷺ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام مجھے ہمیشہ ہمسایوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کرتے رہے اس حد تک کہ گمان ہوتا تھا کہ ان کو وارث قرار دیں۔ (بخاری و مسلم)

سُود حرام ہے

القرآن: اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ وَذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ؕ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ

ترجمہ: وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا بیچ بھی تو سُود ہی کے مانند ہے اور اللہ نے حلال کیا بیچ کو اور سُود کو حرام کیا۔ (سورہ بقرہ، پارہ:۳، آیت نمبر ۲۷۵)

اس آیت کے تحت مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں سُود کی حُرمت اور سود خوروں کی شامت کا بیان ہے سود کو حرام فرمانے میں بہت حکمتیں ہیں بعض ان میں سے یہ ہیں کہ سود میں جو زیادتی کی جاتی ہے وہ معاوضہ مالیہ میں ایک مقدار مال کا

بغیر بدل وعوض کے لیتا ہے یہ صریح ناانصافی ہے۔ دوسرا یہ کہ سود کا رواج تجارتوں کو خراب کرتا ہے کہ سود خوار کو بے محنت مال کا حاصل ہونا تجارت کی مشقتوں اور خطروں سے کہیں زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے اور تجارتوں کی کمی انسانی معاشرت کو نقصان پہنچاتی ہے۔

تیسرا یہ کہ سود کے رواج سے باہمی مودت کے سلوک کو نقصان پہنچتا ہے کہ جب آدمی سود کا عادی ہو تو وہ کسی کو قرض حسنہ سے امداد پہنچانا گوارا نہیں کرتا۔

چوتھا یہ کہ انسان کی طبیعت میں درندوں سے زیادہ بے رحمی پیدا ہو جاتی ہے اور سُود خوار اپنے مدیون سے تباہی و بربادی کا خواہش مند ہوتا ہے اس کے علاوہ بھی سود میں اور بڑے بڑے نقصان ہیں۔

مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ سرکار اعظم ﷺ نے سود خوروں اور اس کے کار پرداز اور سودی دستاویزات کے کاتب اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا وہ سب گناہ میں برابر ہیں۔

مسئلہ: جو سود کو حلال جانے وہ کافر ہے ہمیشہ جہنم میں رہیگا کیونکہ ہر ایک حرام قطعی کا حلال جاننے والا کافر ہے۔

رشوت حرام ہے

القرآن: سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ

ترجمہ: بڑے جھوٹ سننے والے بڑے حرام خور۔

(سورہ مائدہ، پارہ:۶، آیت نمبر ۴۲)

مفسرین اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ یہود کے حکام کی شان میں ہے جو رشوتیں لے کر حرام کو حلال کرتے اور احکامِ شرع کو بدل دیتے تھے۔

مسئلہ: رشوت کا لینا دینا دونوں حرام ہے حدیث شریف میں رشوت لینے دینے والوں کو جہنمی فرمایا گیا۔

مقدس مقامات کا ادب ضروری ہے

القرآن: فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی ﴿﴾ اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ﴿﴾

ترجمہ: پھر جب آگ کے پاس آیا ندا فرمائی گئی کہ اے موسیٰ بیشک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اُتار ڈال بیشک تو پاک جنگل طوی میں ہے۔ (سورۂ طٰہٰ، پارہ:۱۶، آیت نمبر ۱۲،۱۱)

مفسرین فرماتے ہیں کہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ پیش آیا وہ وادی طویٰ مقدس تھی جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ادب و احترام کے لئے اپنی جوتی اُتار دو۔ معلوم ہوا کہ مقدس مقامات کے احترام کا حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے چنانچہ ہمیں بھی اِن مقامات کا ادب کرنا چاہئے۔

القرآن: اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ

ترجمہ: بے شک صفا اور مروہ اللہ کے نشانوں سے ہیں۔ (سورۂ بقرہ، پارہ:۲، آیت نمبر ۱۵۸)

مفسرین اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ صفا اور مروہ مکہ مکرمہ کے دو

مقدس پہاڑ ہیں حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان دونوں پہاڑوں کے قریب اس مقام پر جہاں چاہ زم زم ہے بحکمِ الٰہی ﷻ سکونت اختیار فرمائی۔

مفسرین مزید فرماتے ہیں کہ جس مقام کو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے نسبت ہو جائے وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں بن جائیں وہ صفا و مروہ جس پر حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا کے قدم آگئے وہ شعائر اللہ ہو جائے تو جس مقام پر اللہ تعالیٰ کے نیک بندے جسم جسمانیت سے قیامت تک آرام فرما ہوں تو اُن مزارات کی شان کا کیا عالم ہو گا۔

سرکارِ اعظم ﷺ کو نام سے نہ پکارا جائے

القرآن: لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا کہ تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے بیشک اللہ جانتا ہے جو تم میں چپکے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لیکر۔ (سورۂ نور، پارہ:۱۸، آیت نمبر ۶۳)

اس آیت کے تحت مفسرین فرماتے ہیں کہ سرکارِ اعظم ﷺ پکاریں اس پر اجابت و تعمیل واجب ہو جاتی ہے اور ادب سے حاضر ہونا لازم ہو جاتا ہے اور قریب حاضر ہونے کے لئے اجازت طلب کرے اور اجازت ہی سے واپس ہو ایک معنی مفسرین نے یہ بھی بیان فرمائے ہیں کہ سرکارِ اعظم ﷺ کو ندا کرے تو ادب و تکریم اور

توقیر کے ساتھ آپ کے معظّم القاب سے نرم آواز کے ساتھ متواضعانہ ومنکسرانہ لہجہ میں یارسول اللہ ﷺ، یاحبیب اللہ ﷺ، یا نبی اللہ ﷺ کہہ کر۔

یا محمد ﷺ نہ کہے بلکہ یارسول اللہ ﷺ کہہ کر عرض کرے۔

سلام کرنے کا حکم

القرآن: فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّۃً مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُبٰرَکَۃً طَیِّبَۃً ط

ترجمہ: پھر جب کسی گھر میں جاؤ تو اپنوں کو سلام کرو ملتے وقت کی اچھی دعا اللہ کے پاس سے مبارک پاکیزہ۔

(سورۂ نور، پارہ: ۱۸، آیت نمبر ۶۱)

اس آیت کے تحت مفسرین فرماتے ہیں کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہل کو سلام کرے اور ان لوگوں کو جو مکان میں ہوں بشرطیکہ وہ مومن ہوں بد عقیدہ نہ ہوں۔ (تفسیر خازن)

اگر خالی مکان میں داخل ہو جہاں کوئی نہیں ہے تو کہے السلام علی النبی ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مکان سے یہاں مسجدیں مُراد ہیں نخعی نے کہا کہ جب مسجد میں کوئی نہ ہو تو کہے السلام علی رسول اللہ ﷺ (شفاء شریف)

حضرت ملّا علی قاری علیہ الرحمہ نے شرح شفاء میں لکھا کہ خالی مکان میں سرکارِ اعظم ﷺ پر سلام عرض کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان کے گھروں میں سرکارِ اعظم

ﷺ کی رُوحِ اقدس موجود ہوتی ہے۔

قربانی کرنے کا حکم

القرآن: فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ۝

ترجمہ: تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی دو۔

(سورۂ کوثر، پارہ: ۳۰، آیت نمبر ۲)

گائے اور اُونٹ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں

القرآن: وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰھَا لَکُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ لَکُمْ فِیْھَا خَیْرٌ

ترجمہ: اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لئے نشانیوں سے کئے تمہارے لئے اِن میں بھلائی ہے۔

(سورۂ حج، پارہ: ۱۷، آیت نمبر ۳۶)

شراب اور جُوا احرام ہیں

القرآن: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ

ترجمہ: اے ایمان والو شراب اور جُوا اور بت اور پانسے ناپاک ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔

(سورۂ مائدہ، پارہ: ۷، آیت نمبر ۹۰)

داڑھی بڑھانا سُنّتِ انبیاء علیہم السلام ہے

القرآن: قَالَ یَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْیَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ ج اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ

تَقُوۡلَ فَرَّقۡتَ بَیۡنَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ وَ لَمۡ تَرۡقُبۡ قَوۡلِیۡ ۝

ترجمہ: کہا اے میرے جائے نہ میری داڑھی پکڑو اور نہ میرے سر کے بال مجھے یہ ڈر ہوا کہ تم کہو گے تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور تم نے میری بات کا انتظار نہ کیا۔

(سورۂ طٰہٰ، پارہ: ۱۶، آیت نمبر ۹۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی پکڑی معلوم ہوا کہ داڑھی رکھنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ داڑھی ایک مشت تھی کیونکہ جب مٹھی میں آنے جتنی نہ ہوگی تو پکڑی کیسے جائے گی۔ لہٰذا مٹھی داڑھی رکھنا سنت انبیاء علیہم السلام نہیں بلکہ ایک مٹھی رکھنا واجب ہے اور منڈوانا حرام ہے۔

فقط والسلام

الاحقر الفقیر محمد شہزاد قادری ترابی غفرلہ

.......☆.......☆.......☆.......☆.......

دینی تعلیم

جمال مصطفیٰ

اللہ والیاں

زاویہ
زاویہ پبلشرز

Voice:
042-7248657
Mobile:
0300-9457047

اللہ والے